سوانح عمری

محمد طاہر زیدی (دادا ابّا)

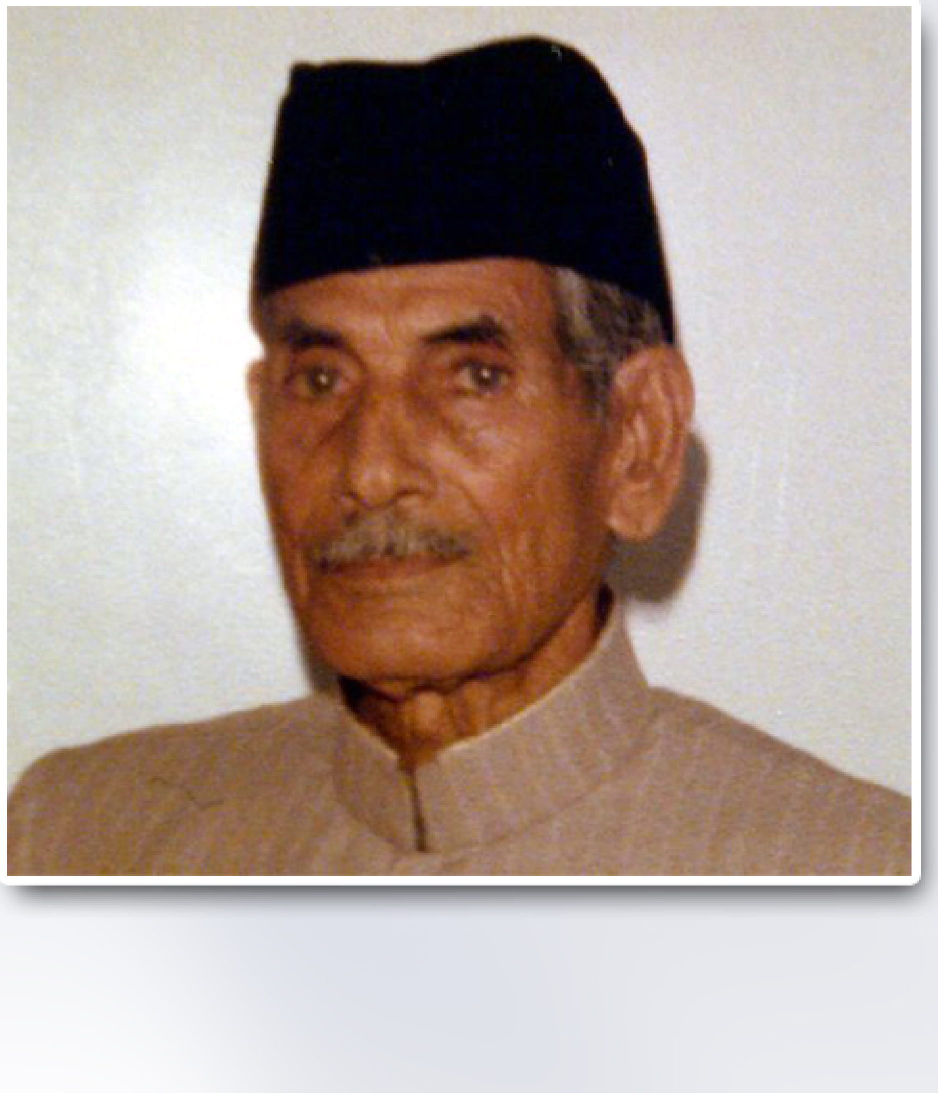

سوانح عمری محمد طاہر

میری پیدائش میرے والد کے بوڑھاپے میں ہوئی میری پیدائش ہونے پر ماسٹر ظہور نے جو بھنیڑہ کے ڈاکخانہ میں پوسٹ ماسٹر تھے تصنیف کردہ قطعہ بھیجا تھا جس کو میرے والد نے مکان کے کوٹھے پر بیچ کے در پر تحریر کردیا تھا اور ایک قطعہ میرے والد کا تصنیف کردہ تھا جو بزبان فارسی تھا ان دونوں قطعوں کو میرے والد نے اپنی حدیث کے حاشیہ پر درج کر لیے تھے مناسب سمجھتے ہوئے ذیل میں تحریر کر رہا ہوں۔

ہوگیا ہے آپ پر وہ ربّ فضلِ ذو المنن — اُڑ گئی باد خزاں اور آ گئی فصلِ چمن
در حقیقت یہ حقیقی باغباں کی شان ہے — ہوگیا قدرت سے جس کے یارو نخلِ کہن
کردیا حق نے عطا فرزند تم کو ارجمند — عمر اس کی ہو بڑی بہرِ جناب پنجتن
گوہرِ مقصد سے دامن بھر دیا اللہ نے — سرخ رو حق نے کیا دے کر تمھیں لعل یمن
فکر کی سالِ ولادت کے جو دل میں اب ظہور — غیب سے آئی ندا شکر خدا سیّد حسن

۱۳۱۷ھ

سیّد حسن شکر خدائے قدیر کن — در کبرش ترا پسر داد کبریا
عمرس دراز پانچ دہ سالِ ولاوش — از قدرت خدا شد از قدرتِ خدا

۱۳۱۷ھ

(ان دونوں قطعوں میں سالِ عیسوی درج نہیں ہے)

مجھے اپنے والد کا آخری دور زمانہ اچھی طرح یاد ہے وہ جب سے محرّم شروع ہوتا تھا آخر محرّم تک وہیں پر رہا کرتے تھے رات کو بھی وہیں سویا کرتے تھے۔ کھانا گھر آ کر کھایا کرتے تھے۔ وہ امرو کی مجلس کہلاتی تھی جو حیدر کراتا تھا اور وہی میرے والد کی زمین کی وصولیابی اور گھر کا کام کرتا تھا جب تک وہ زندہ رہا گھر کام کرتا رہا۔ اس کے بھائی کا لڑکا عیوض تھا وہ میرے قافلہ کا تھا میں وہیں کھیلتا تھا اور رات کی مجلسیں میرے والد دیوان خانہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اُنھوں نے کتاب سے تاریخ وار روایتیں علیحدہ لکھ لی تھی۔ انھیں روایتوں میں سے میری بہن پنجتنی شام کی حاطہ کی مجلس میں پڑھتی اور مرثیہ میری والدہ پڑھتی تھیں۔ باز و میں مظاہر حسین کی والدہ اور صفدری تھیں اربعین کی کل مجلسیں میرے بہنوئی محمد صادق کراتے تھے، کاٹ کا تعزیہ بنوا رکھا تھا اب تک موجود ہے۔ میرے والد کی حدیث کی کتاب وقار فاطمہ لے آئی ہے اس کے پاس موجود ہے۔ میری والدہ مجھ کو سقّہ بناتی تھیں اور جناب کی سبیل کرتی تھیں۔ ۸/محرم سے قبل کوڑیاں ایک لال ڈورے میں پروتیں تھیں اور اُسی میں چاندی کی چھوٹی ڈھال بھی رہتی تھی جس کو میں بڑے علم میں باندھ آتا تھا۔ ۸/محرم کو ایک علم ہدیہ کر کے لاتا تھا کھچڑی پر نیاز حضرت عباسؑ کی دے کر علم لے کر تاشے بجتے ہوئے اور کچھ بتاشے لے کر دیوان خانہ علم رکھ کر ڈھال اور کوڑیاں علم سے کھول کر اُن پر نیاز دے کر کوڑیاں پہن لیتا تھا اور بتاشے بچوں کو بانٹ دیتا تھا قافلے والے آ کر کھچڑی صبح ہی کھا لیتے تھے۔ میری چھوٹی بہن

ہاجرہ بتایا کرتی تھی تو رجب میں ہوا تھا ۵ سال کا ہوگیا ہے۔ میرے والد مشہور حکیم تھے۔ ان کے پاس کافی جائیداد تھی۔ خانپور، ظفر پور، سرائے جیون اور میمن اسلام پور میں زمین تھی۔ اسلام پور میں جو ملکیت تھی اس کے ایک ٹکڑے پر راستے میں ایک ایک درخت آم کا لگایا تھا سنتے ہیں کہ سقّہ مشک بھر کر ہفتے میں پانی دینے اس درخت کو جایا کرتا تھا۔ وہ درخت اس لیے لگایا تھا کہ راہ گیر کاشت کار اس درخت کے سایہ میں آرام کریں۔ اب جو سروے زمین کا ہوا تو مناچیٹّا کی زمین میں آ گیا مناچیٹّا سے بھائی علی اختر نے سو روپے میں خرید لیا ہے وہ درخت میرے والد حکیم جی کے نام سے مشہور چلا آتا ہے اور کچھ زمین حوض کی طرف پڑاوے پر بنجر تھی اور جولاہوں کی طرف زمین تھی وہاں جولاہوں کو آباد کر دیا تھا۔ وہ رعایا کہلاتے تھے۔ سالانہ فی گھر دو روپے معاوضہ دیا کرتے تھے اور دو باغ آم کے تھے ایک چندا تال پر تھا۔ ایک دوگانے والا باغ تھا جہاں عید کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ سب جائیداد اور مکان اپنی زندگی میں میرے نام کر دی تھی۔ جب میرے والد بیمار ہوئے تو ان کے سر پر ماوہ رکھا جاتا تھا۔ ڈاکٹروں کی کمی تھی علاج نہ معلوم وہ خود کرتے تھے یا کسی حکیم کا تھا۔ آخر وہ وقت آیا کہ صبح کے وقت وہ اپنے پروردگار حقیقی سے جا ملے مجھ کو اُن کا منہ دکھلایا گیا اور ان کی قبر دربار کے چبوترے پر جہاں وضو کا پانی گرتا ہے سغیل کے برابر پختہ بنوائی اس قبر پر نقش کرا کر اپنے ہاتھ سے اپنے تصنیف کردہ اشعار لکھے تھے فضل علی عرف بڑے میاں تخلص شجرؔ تھا لکھے تھے

قبر پر تاریخ وفات تحریر کی

مسجد کی اتصال سے روشن ہے مثلِ بدر — زاہد ہے متقی ہے نمازی ہے بیش قدر

حکمت کا فرق اس میں ملا کر یہ لکھ شجرؔ — سیّد حکیم ذاکرِ سرور کی ہے یہ قبر

۱۹۰۱ء

وہیں پر میری والدہ کی خام قبر ہے اور شہتوت کا درخت تھا میرے والد کی وفات کے بعد زمین کے کاغذات سراج الحسن نے اپنی تحویل میں لے لیے تھے اور گھر کے نگراں وہی تھے۔ میری ہمشیرہ پنجتنی اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنے باپ کے گھر حالہ سے آ گئی تھی اور میرے بہنوئی محمد صادق ہمارے ہی یہاں رہنے لگے تھے۔ کوٹھے پر سویا کرتے تھے۔ اختر رضا کی پیدائش ہمارے گھر ہوئی ہے مجھ کو اختر رضا سے بہت محبت تھی۔ میری بہن ہاجرہ کی گود میں پرورش پائی تھی۔ میری بہن ہاجرہ کی شادی مظہر حسن سے ہوئی تھی ان کے شوہر مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں۔ یہ دو بھائی تھے۔ مظہر حسن اور ولایت حسین ولایت حسین کی شادی اللہ جلائی عرف گلّو سے ہوئی تھی۔ اللہ جلائی سادات بیڑھ کی تھی۔ بہت کافی جائیداد رکھتی تھی۔ کچھ جائیداد ولایت پسر عنایت علی نے اپنے لڑکے مظہر حسن کے نام کر دی تھی۔ نصف مکان میں ولایت حسین اور مظہر حسین تھے اور نصف مکان میں سراج الحسن رہتے تھے۔ یہ حویلی ہمارے نانا کے نام سے مشہور ہے اور اُنھوں نے تعمیر کرائی تھی۔ اولاد دونوں کے نہیں ہوئی مظہر حسن کے انتقال کے بعد میری بہن ہاجرہ بھی ہمارے یہاں رہتی تھیں۔ میری بہن ہاجرہ بہت ذہین تھی چار پانچ پارے حفظ تھے مجھ کو میرے باپ کی زندگی میں مدرسہ میں داخل کر دیا تھا مدرسہ حالہ کے سامنے تھا۔ پہلے تتی بیگنیہ جو حسین پور رہتے تھے پڑھاتے تھے بہت چھوٹا قد تھا اس لیے بیگنہ کہتے تھے۔ اس کے بعد منشی محمود اور ضیاء الحسن جو دِنوڑہ کے رہنے والے تھے پڑھاتے تھے۔ دو سال اس مدرسہ میں پڑھے پھر سرکاری اسکول آبادی سے باہر تعمیر ہو گیا تھا۔ وہاں چلے گئے تھے۔ وہاں پر منشی محمود اور دوسرا منشی محمد

عمر جو حسین پور کا تھا پڑھاتے تھے۔قریب ۳ سال جدید مدرسہ میں پڑھتے رہے، میں درجہ ۴ میں آ گیا تھا۔آخر وہ وقت آیا کہ سالانہ امتحان ہوا۔ڈپٹی اسکول بھیڑہ کے مدرسہ میں آ گیا اور میمن کے مدرسہ کے کل لڑکوں کو معہ مدرس بلوالیا اور امتحان ہوا میں کچھ حساب میں کمزور تھا لیکن پاس ہو گیا۔دونوں مدرسوں میں درجہ ۴ تک پڑھائی تھی۔اب بیکاری دُور شروع ہوا لڑکوں کے ساتھ حوض کی طرف کلّر میں گلی ڈنڈا اور کان پتہ کھیلتے۔پرانے مدرسہ میں بخشش محمد وزیر احمد یعنی طیبہ کے باپ کے بڑے بھائی انگریزی پڑھانے کے لیے بیٹھ گئے اور کچھ لڑکے انگریزی پڑھنے بیٹھ گئے۔چوں کہ نیا علم تھا انگریزی پڑھنے کا شوق ہوا میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں بھی انگریزی پڑھوں گا والدہ نے سراج الحسن سے کہا کہ ہم فیس کہاں سے دیں گے زمین پر بارش ہوئی تو اناج اچھا ہو جاتا ہے اگر بارش نہیں ہوئی فصل کم ہوتی ہے میں خود پڑھاؤں گا۔چناں چہ پہلی کتاب لاکر مجھ کو پڑھانا شروع کر دیا۔رات کو لالٹین لے کر ہمارے گھر آ جاتے تھے اور پڑھاتے تھے۔اور کہانیاں کہا کرتے تھے۔اُنھوں نے مجھے پوچھا بتاؤ کچھ چڑیاں اس طرف اور کچھ چڑیاں اس طرف بیٹھی ہیں اگر اِدھر کی چڑیا ان چڑیوں میں چلی گئی تو وہ دوگنی ہو گئیں اور اگر اُدھر سے ایک چڑیا ادھر آ گئی تو برابر ہو گئیں۔بتاؤ اِدھر اُدھر کتنی چڑیاں تھیں۔میں سوچتا رہا جب نہ بتا سکا تو کہا کہ ایک طرف پانچ دوسری طرف سات چڑیاں تھیں۔پھر مجھ کو کاپی پر پینسل سے نقش کر کے دے جاتے تھے اور میں قلم سے لکھ لیتا تھا مجھے اُلٹی سیدھی گنتی سکھائی دن میں مجھے لے جا کر حسین احمد والد حیدر رضا کے ہاں بٹھلا دیا وہ اپنے مکان کے دروازے میں بیٹھ کر اپنے بچوں کو فارسی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔مجھے فارسی کا قادر نامہ لاکر دیا۔قادر نامہ گرامر کی طرح سے تھا پڑھتا رہا فارسی کی گرامر مجھے اب تک یاد ہے۔پھر گلستاں بوستاں فارسی کی تھی وہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔ہمارے گھر اکثر اوقات بڑے میاں آ کر بیٹھتے تھے اور رات کو بھائی زائر آتے تھے ایک روز حامد حسن جن کی حویلی ہمارے گھر کے قریب تھی۔میری والدہ سے کہا اس کے باپ حکیم تھے اور حکمت کی کتابیں موجود ہیں حکمت پڑھواؤ۔کرتبور کا مشہور حکیم نعیم سے میرے تعلقات ہیں میں وہاں لے جا کر ان کے سپرد کر دوں گا۔والدہ نے کہا کھانے کا کیا بندوبست ہو گا اُنھوں نے کہا سامان ہر ماہ یہاں سے چلا جایا کرے گا رائے تو معقول تھی۔میں بھی رضا مند تھا سراج الحسن نے کہا کہ ہر ماہ کی مصیبت سامان بھیجنے کی کون بھرے گا غرض کہ معاملہ ملتوی ہو گیا اور کتاب انگریزی پڑھ کر ختم کر دی۔میری ہمشیرہ ہاجرہ نے کہا اور والدہ نے کہا کہ بڑے میاں جو ہمارے یہاں آتے ہیں۔یہ ہمارے رشتے دار ہیں میں نے کہا کیسے تو میری بہن نے کہا ہمارے باپ کی بہن کی شادی تجمل حسین سے حاطہ میں ہوئی تھی۔ان سے فتح حسین اور ایک دختر مسیت النساء عرف مسیتی کہا کرتے تھے فضل حسین عرف بڑے میاں سے شادی ہوئی تھی۔ان سے شفیع الحسن اور زائر حسین ہوئے یہ رشتہ دوسری بہن کی شادی کرم علی سے ہوئی تھی اس سے وصیت علی ہوئے جو محل میں رہتے ہیں وصیت علی ہمارے باپ کے بھانجے تھے۔وصیت علی سے غلام حیدر، حبیبہ طیبہ کی والدہ اور گھسیٹی ہوئی ان سے ہماری رشتہ داری ہے ہمارے باپ کے دوسرے بھائی فرزند علی تھے۔ان کی ایک دختر ہوئی جن کی شادی فتح حسین سے ہوئی تھی۔اس سے ظہور الحسن، ضیغم، علی اختر، امجدی، زمانی، خاتون وغیرہ ہوئے یہ مجھے دادا کہتے چلے آئے ہیں۔بڑے میاں، فتح حسین، محمد صادق پسر اعجاز حسین ان گھروں سے ہمارے گہرے تعلقات رہے ہیں۔میرے بہنوئی محمد صادق نے علی گڑھ سے میٹرک کیا تھا اور جے پور چلے گئے تھے وہاں قانون گوئی اور کچھ اور امتحان دیا تھا وہ مجھے بتلایا کرتے تھے۔سرکاری ملازمت اس لیے نہیں کی کہ ان کو بواسیر کا عارضہ تھا۔وہ

پرائیوٹ ملازمت کیا کرتے تھے۔ نجیب آباد میں تحصیل دار کے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے وہ زمیندار تھے کافی زمین کے مالک تھے۔ دوسرے بھائی انوارالحسن تھے۔ اُن سے کنیز مرتضٰی عرف گیندی جس کی شادی ضیغم حسین سے پہلی بیوی مرنے کے بعد ہوئی تھی پہلی سے جلال حیدر ہوئے گیندی سے صادق ہوئے۔ دوسرا لڑکا تھا ظفریاب عباس اس کی شادی بہوریحان سے ہوئی تھی بہوریحان کا گھر بیدی ضلع بجنور تھا میمن سکونت کرتی تھی۔ ظفریاب کی وفات کے بعد اختر رضا سے شادی ہوئی۔ یہ نسب نامہ اُن کی یادگار کے لیے تحریر کیا ہے جب ہمارے بہنوئی نجیب آباد سے آ گئے تو ان کو ریاست بھوپال جانے کی ٹھہرائی اور بھوپال جا کر اُنھوں نے گھر خط تحریر کیا کہ میں نے انگریزی اسکول میں ملازمت کرلی ہے اب میں نے والدہ کی خوشامد کی اور اُنھوں نے میرے کہنے کو مان لیا اُنھوں نے سراج الحسن سے ذکر کیا اُنھوں نے غصے سے کہا کہ بھیج دو جہاں تمہاری طبیعت کرے پھر میری بہن پنجتنی نے کہا کہ بھیا میری طرف سے خط لکھ دے وہ وہاں بلالیں گے میں نے خط لکھ دیا جواب آیا کہ کسی کے ساتھ آ جاؤ۔ اب جاؤں تو کس کے ساتھ محمد باقر جو محل میں رہتے تھے۔ وہ بھی ملازمت کی تلاش میں تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ ملازمت کی تلاش میں ہیں مجھ کو بہنوئی نے بلایا ہے۔ وہاں ریاست میں ملازمت دیکھ لینا۔ مجھے وہاں پہنچادو۔ وہ تیار ہو گئے گھر پر کرایہ کا ہمارے سسر نے بندوبست کیا اور چھوٹا سا بستر تیار کردیا اور محمد باقر کے ہمراہ بھیج دیا۔ نجیب آباد سے ٹکٹ لیے اور دہلی اور جھانسی ہوتے بھوپال پہنچ گئے۔ وہاں سرائے میں ایک کمرہ لے رکھا تھا۔ ہمارے پہنچنے پر خوش ہو گئے۔ اگلے روز جب بہنوئی اسکول گئے تو مجھے ساتھ لے گئے۔ وہاں پر دو ماسٹر اور تھے۔ میرے بہنوئی نے کہا کہ میٹرک میں لیتے ہیں ماسٹروں نے پوچھا کچھ واقفیت انگریزی کی ہے تو کہا انگریزی تھوڑی سی پڑھی ہے ماسٹروں نے کچھ سوال جمع تفریق کرائے یہ میں نے صحیح کردیے پھر مجھے کتاب انگریزی پڑھوائی اتنی قابلیت نہیں تھی کہ میں پڑھتا۔ اُنھوں نے کہا ماسٹر صاحب انگریزی اس کی کمزور ہے ہم آٹھویں کلاس میں لیے لیتے ہیں اس کے بعد ڈبل امتحان آپ دلوادیں خیر پڑھتے رہے آپس میں لڑکے انگریزی میں بات کرنے لگے۔ کل ساتھ آٹھ مہینے پڑھا تھا کہ بہنوئی کو خونی بواسیر شروع ہوگئی اور وہ ملازمت چھوڑ کر مجھ کو اور محمد باقر کو لے کر میمن آ گئے۔ تھوڑا سا تذکرہ مجھے یاد آ گیا تحریر کردوں۔ ایک روز کا ذکر ہے میری بہن نے بیان کیا کہ میں سو رہی تھی رات کو کسی وقت روپیہ بجنے کی آواز سنائی دی میں نے کچھ خیال نہیں کیا صبح اُٹھ کر جب بستر لپیٹا تو تکیہ کے نیچے پانچ روپیہ ملے میں نے اپنے شوہر سے پوچھا یہ روپیہ آپ نے رکھے ہیں اُنھوں نے کہا میں نے نہیں رکھے میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ روپیہ کوٹھی کی ٹانڈی پر ڈبہ میں کر کے علیحدہ رکھ دیئے اگلے روز بھی ایسا ہی ہوا پھر تیسرے روز کل پندرہ روپیہ آئے پھر میں نے اپنی والدہ سے ذکر کیا میں نے بہن سے کہا کہ تم سو جاتی ہو آج میں بھی چلتا ہوں جاگتا رہوں گا۔ بہن مجھ کو لے گئی میں اپنے بہنوئی کے پاس پائیتیں کی طرف لیٹ گیا اپنے کو چادر میں چھپا کر صرف آنکھیں کھلی رکھیں بہت رات گزرنے کے بعد مولسری کی طرف کی دیوار سے دوسری دیوار پر ایک کالی پٹی دکھلائی دی اور غائب ہوگئی میں نے بہنوئی کو جگا کر کہا کہ مجھ کو سیڑھی تک پہنچادو میں نے ان سے کچھ ذکر نہیں کیا وہ اوپر کھڑے رہے میں بجائے ایک سیڑھی اُترنے کے دو سیڑیاں اُتر کر نیچے آ گیا۔ اب شہرت محلّہ کی عورتوں کو معلوم ہوگئی کسی نے کہا جن ہے کسی نے کچھ کہا عورتوں کی باتیں سن کر میرے بہنوئی نے کہا کہ ذکر کرنے کی ضرورت کیا تھی کوئی ڈراتا نہیں تھا۔ پانچ روپیہ روز کے کھودیئے۔ آخر ان روپوں کی مجلس کرائی گئی۔ میری بہن پنجتنی کے کئی بچے ہوئے سب مرگئے۔

دوسری شادی میرے بہنوئی نے کیلاؤ میں کی تھی جس سے مرتضیٰ مصطفےٰ۔ آل فاطمہ تھے پھر مجھ کو غلام حیدر مظفر نگر لے گئے وہاں پر وصیت علی جولی۔ اور جانسٹھ رئیسوں کے دو بچے تھے ان کو فارسی پڑھایا کرتے تھے وہاں پر جولی والوں کا مکان تھا وہیں پر رہا کرتے تھے۔ باورچی کھانا پکاتا وہیں وہ کھانا کھاتے مجھ کو بھی وہیں لے گئے ایک غلام حیدر کا لڑکا آغا جعفر کا والدہ اور میں فارسی پڑھنے لگے کھانا گھر آ کر کھایا کرتے میں وہیں سونے لگ گیا فارسی پڑھنے کے بعد ہم ہاکی ان لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے میں عرصے تک اُن کے یہاں رہتا رہا اس کے بعد خط آیا کہ تمہارا نکاح ہوگا گھر آجاؤ چنانچہ میں گھر چلا گیا نکاح کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ میں نے والدہ سے کہا کہ میں وہاں شادی نہیں کروں گا والدہ نے کہا کیوں نہیں کرتے میں نے جواب دیا کہ میں یہ سنتا چلا آیا ہوں کہ منہ پر بہت رواں یعنی بال ہیں والدہ نے کہا کہ بال ضرور تھے دوائیں کرنے سے صاف ہو گئے ہیں پھر کہا کہ اُنھوں نے پہلے سے رشتہ مانگ رکھا تھا ہمارے گھر کی دیکھ بھال کر رہے ہیں اور تجھے کسی بات کی تکلیف نہیں ہونے دی ہے میرا کہنا مان لے انکار نہ کرنا میں خاموش ہو گیا اگلے روز رات کو نکاح تھا۔ میں نہا کر اور کپڑے بدل کر تیار ہو گیا قصہ طویل ہے مختصر تحریر کر رہا ہوں۔ چنانچہ شام ہوئی میری بہن پنجتنی نے اپنا لال دوشالہ مجھ کو اُڑھا دیا اور وہاں سے بلاوا آ گیا کہ جلدی چلو برادری جمع ہو گئی ہے اور ان کی طرف سے محمد ہاشم محمد عابد کے والد بلانے آئے۔ میرے ہمراہ میرے بہنوئی اور میرے قافلہ کا ضمیر بمبئی والا ساتھ ہو گئے ضمیر کی والدہ بیگھی ہمارے یہاں کھانا پکایا کرتی تھی غرض کہ ہم پہنچ گئے پوچھا گیا کہ تم کو اکبر خاتون سے نکاح اور پانچ ہزار روپیہ کے مہر منظور ہیں دو تین مرتبہ پوچھا زبانی نکاح ہوتا تھا میں نے ہاں کر لی صیغے پڑھے گئے حکیم محمد عباس اور حسین احمد نے نکاح پڑھا تھا۔ لو صاحب نکاح ہو گیا چھوارے تقسیم ہوئے ہمارے منہ میں شکر ڈال دی گھر آ گئے۔ بچپن میں ایک پنڈت آیا کرتا تھا جب وہ آیا تو میں نے اپنا ہاتھ دکھلایا اس نے پوتھی اپنی کھولی اور ہاتھ دیکھ کر بتلایا کہ سواری میں گھوڑا ہوگا اور ادھر اُدھر سپاہی ہوں گے میں نے کُرتے میں گیہوں لے کر اس کو دیے بچپن کی بات تھی آئی گئی ہو گئی۔ اب نکاح ہو جانے کے بعد میں نے کہا کہ پولیس میں بھرتی ہوں گا بندوق چلانا سیکھوں گا چوں کہ میں شرماتا بہت تھا۔ ڈرتا تھا۔ سیدھا پن تھا۔ مجھ کو والدہ نہیں چاہتی کہ نظروں سے دور ہو جائے۔ لہٰذا میرا شرمیلا اور سیدھے پن کو دیکھ کر سب کی رائے ہو گئی کہ پولیس میں بھرتی کرا دو۔ اس کی خوشی پولیس میں نوکری کرنے کی ہے۔ چنانچہ میرے بہنوئی مجھ کو لے کر مظفر نگر لے آئے اور غلام حیدر کے یہاں ٹھہر گئے اُنھوں نے بھی پولیس میں بھرتی ہونے کی رائے دی اگلے روز ناشتہ کرنے کے بعد بہت سویرے پولیس لائن لے گئے وہاں کورٹ گارڈ لائن کا دفتر تھا۔ لائن انسپکٹر انگریز تھا۔ اس وقت میری عمر ۲۲ سال تھی مجھے میرے بہنوئی نے کہہ دیا تھا کہ بیس سال کی عمر بتلانا۔ بہنوئی نے انگریزی میں لائن انسپکٹر سے کہا کہ اس کو بھرتی کے لیے لایا ہوں میٹرک تک تعلیم ہے۔ لائن انسپکٹر نے کہا کہ سب انسپکٹری کے لیے درخواست کیوں نہیں دیتے۔ بہنوئی نے کہا کہ میٹرک کا امتحان نہیں دیا ہے لائن انسپکٹر نے بھرتی کا حکم دے دیا۔ لائن محرر نے حوالدار سے کہا کہ ان کا ناپ لو وہ مجھ کو لے کر دفتر کے پاس لے آئے۔ دیوار میں فیتہ لگا ہوا تھا مجھ کو دیوار کے برابر ملا کر کھڑا کر دیا اور کہا سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ میں سیدھا کھڑا ہو گیا میرے سر پر تختی رکھ دی میرا قد ۵ فٹ ۸ انچ ہوا پھر فیتہ سے سینہ ناپا تو کچھ کم تھا مجھے محرر نے کہا کہ لمبا سانس لے کر روک لو میں نے ایسا ہی کیا میرا سینہ ۳۴ انچ ہوا مجھ کو لے لیا گیا ادھر اور بھی رنگروٹ تھے ان کو ناپ کر پانچ کو لے لیا باقی کو واپس کر دیا انہیں لیے اب ہم سب کو لے کر ہسپتال سول سرجن کے معائنہ کے لیے لے گئے بہنوئی

غلام حیدر کے یہاں آ گئے اول نمبر پر مجھ کو کمرے میں بھیج دیا سول سرجن نے کہا کُرتا اُتار دو میں نے کُرتا اُتار دیا اس نے مجھ کو ہر جگہ سے چیک کیا اس نے پاس کر دیا پھر یکے بعد دیگر اور لڑکے جاتے رہے غرض کہ ہم سب کو لے لیا گیا ہمارے کاغذات محرر کو دے دیے گئے۔ اس نے میری عمر دریافت کی اور پتہ لکھا اور کہا کہ ایک ہفتے کے اندر اپنا سامان پلنگ اور بکس لے کر آ جاؤ میں گھر غلام حیدر کے چلا آیا بہنوئی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا رہا میں نے جواب دیا کہ مجھ کو لے لیا ہے اور کہا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اپنا سامان لے کر آ جاؤ۔ پھر میں اپنے بہنوئی کے ساتھ گھر چلا آیا۔ گھر سے کپڑے اور بکس چھوٹا سا لے کر لین پولیس آ گیا مجھ کو رنگروٹی بیرگ میں جگہ دے دی وہاں پر مجھ سے پہلے بھرتی شدہ رنگروٹ بھی تھے میرے اعمال نامہ میں میرا نام درج کیا میں نے اپنی عمر ۲۰ سال اور پتہ درج کرایا اور تاریخ بھرتی ۲۰ اگست ۱۹۱۹ء تھی تنخواہ مبلغ آٹھ روپیہ تھی صبح اذان کے وقت اُٹھنے کا بگل بجتا تھا۔ اس وقت سب اُٹھ جاتے تھے اور اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سادہ کپڑوں سے پریڈ کے میدان میں پہنچ جاتے تھے اس وقت وردی نہیں ملی تھی۔ آرمڈ پولیس کے حوالدار نے پہلے چلنا سکھلایا پھر لیف ٹرن رائٹ ٹرن فرنٹ اباؤٹرن خود کرتا تھا اور بتلاتا تھا پھر حوالدار کاشن بول کر پریڈ کراتا تھا پھر جب اچھی طرح پریڈ سیکھ گئے تو میجر نے امتحان لیا اور ہماری ٹولی کو پاس کر کے اوپر والی ٹولی میں ملا دیا اور ہم کو وردی دی گئی دو کوٹ دو پتلون، دو صافہ، ایک جرسی ایک براؤن کوٹ ایک پیٹھی دو قمیص خاکی دو نیکر دیے گئے اور ایک کالا بوٹ دیا میری وردی اور پیٹھی پر ۱۰۴ نمبر چھاپا گیا ایک پٹی سر پر باندھنے کی اونی دی پھر حوالدار نے ایک میرا نقشۂ تصدیق چال چلن بھیج دیا وہاں سے لکھا ہوا آیا کہ لڑکا سیدھا ہے اور شریف ہے تین چار اشخاص کے دستخط کرا کر پولیس والے کو دیئے دیا۔

سب سے پہلے پٹی باندھنا اور صافہ باندھنا سکھلایا۔ صبح بہت اندھیرے اُٹھنے کا بگل بجتا تھا بگل کی آواز پر ہم سب اُٹھ کر پہلے اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر وردی اور پیتل وجوتے صاف کر کے صفائی کے ساتھ وردی پہن کر کورٹ گارڈ سے بندوق لے کر پریڈ کے میدان میں پہنچ جاتے تھے۔ جب لین انسپکٹر معائنہ کر کے علیحدہ کھڑا ہو جاتا تھا تو حوالدار پریڈ کرانا شروع کر دیتا تھا ایک گھنٹہ پریڈ بندوق لے کر کرتے تھے۔ دوسری پریڈ وردی اُتار کر نیکر بنیان پہن کر سر پیر ننگے فزیکل کراتا تھا۔ اس کے بعد چھٹی ہوتی تھی۔ دوپہر کو ماسٹر قانون سکھلاتا تھا شام کو پریڈ ایک گھنٹہ ہوتی تھی۔ رات کو ۹ بجے گنتی ہوتی تھی پھر سو جاتے تھے روزانہ یہی کام ہوتا تھا۔ کھانا ہم دو تین مل کر آپس میں پکا لیا کرتے تھے یہ ہانڈی والی تھی جب چھ مہینے پریڈ سیکھنے اور بندوق سے نشانہ لگانا اور بندوق چلانی سیکھ گئے اس وقت امتحان پریڈ کرانے کا کام ہر ایک رنگروٹ سے یکے بعد دیگر لیا گیا۔ ہماری ٹولی کو پاس کر دیا اگلے روز بندوق سے چاند ماری کرائی گئی پچاس قدم پر چاند کو گول نشان ایک کاغذ پر بہت بڑا سامنے کھڑا کیا گیا ایک کانسٹیبل لال جھنڈی لے کر مٹی کی دیوار کی آڑ میں بیٹھ گیا جس وقت گولی چلتی تھی تو حوالدار ان لوڈ کرا دیتا تھا۔ وہ کانسٹیبل لال جھنڈی دکھلا کر باہر نکل کر بتلاتا تھا کہ گولی کہاں لگی ہے اس کے بعد سوراخ پر کاغذ چپکا دیتا تھا پھر بندوق لوڈ کرائی جاتی تھی۔ دس کارتوس کھڑے ہو کر اور دس بیٹھ کر اور دس لیٹ کر چلوائے گئے بندوق سے چاند ماری میں سب رنگروٹوں کو پاس کر دیا۔ اللہ اللہ کر کے یہ مہم سر ہوئی۔ اس کے بعد پریڈ اور ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ اسی درمیان خط آیا کہ تمہارا عقد ہے چھٹی لے کر فوراً آ جاؤ میں نے دس یوم رخصت کی درخواست دے دی رخصت منظور ہو گئی۔ میرے عقد کی تاریخ ۱۹/اپریل ۱۹۲۰ء مقرر تھی۔ میں

دو یوم پہلے عقد سے پہنچ گیا۔سب کام تیار تھا میری آمد کا انتظار تھا۔۱۹/اپریل کی رات کو تائی نے بلاوا دے دیا برادری خسر صاحب کے دربار میں جمع ہوگئی ہمیں لال چادر اوڑھا کر لے جایا گیا نکاح پڑھنے والے حکیم محمد عباس اور حسین احمد تھے کان سے منہ لگا کر پوچھا کہ اکبر خاتون سے شادی کرنا اور پانچ ہزار مہر منظور ہیں میں نے کہہ دیا ہاں منظور ہیں۔لو صاحب تاشے بج گئے اور چھوارے تقسیم ہوگئے ہم خیریت سے اپنے گھر آ گئے۔بعد ختم رخصت میں مظفرنگر آ گیا لین میں آمد کرادی۔ڈیوٹی دیتے رہے ایک روز رات کو کھانا کھایا ایک سپاہی تربوز لایا تھا مجھے بھی تربوز کھلانے کو بلا لیا تربوز کھا کر سو گیا رات میں بخار ہوگیا اور پسلی میں درد ہونا شروع ہوگیا میرے برابر کی چارپائی ملا کانسٹیبل کی تھی میں نے اس سے کہا کہ مجھ کو بخار ہوگیا ہے اور پسلی میں درد ہے اس نے کپڑا اوڑھا یا اور مجھ کو دبا کر بیٹھ گیا صبح کو مجھ کو ساتھ لین کے دفتر میں لے گیا اور رپورٹ لکھا کر مجھ کو ہسپتال جو لین کے اندر تھا داخل کر دیا اور میری تیمارداری کے لیے اپنی ڈیوٹی لگوائی ڈاکٹر نے دوا پلائی درد اور زیادہ ہوگیا پورا سانس لینا مشکل ہوگیا میں نے ملا سے کہا کہ یہاں پر میرے عزیز رہتے ہیں ان کو خبر کر دو میں نے پتہ بتلا دیا ملا سپاہی نے ان کو خبر کر دی وزیر احمد، غلام حیدر شام کو پولیس ہسپتال آ گئے مجھ کو تسلی دی اور کہا کہ گھر تار دیتے ہیں دوسرے روز میری والدہ اور بہن پنجتنی اور خوش دامن آ گئیں میرا کمرہ علیحدہ تھا۔رات کو وہیں رہیں صبح کو سول سرجن پہلے تو جیل مریضوں کو دیکھنے گیا پھر لین کے ہسپتال میں آیا۔عورتیں ڈاکٹر کے گھر میں چلی گئیں گھر ہسپتال کے ہی برابر میں تھا۔سول سرجن نے ڈاکٹر سے کچھ کہا اور مریضوں کو دیکھ کر چلا گیا اس ڈاکٹر نے مجھ کو گولی کھلائی اور میری والدہ سے کہا کہ ہوا نہ کرنا پسینہ بہت آئے گا گھبرانا نہیں مجھ کو دوا کھا کر بہت زیادہ پسینہ آیا شام کے وقت میری طبیعت ٹھیک ہوگئی مجھ کو ہوش آ گیا عورتیں بھائی غلام حیدر کے یہاں چلی گئیں پندرہ یوم ہسپتال رہا اس کے بعد گھر آ گیا میری تعیناتی شہہ کورٹ محرر لائن پر ہوگئی میرا کام یہ تھا کہ سلپ لکھ کر کورٹ صاحب کے دستخط کرا کر جیل سے قیدیوں کو بلانا ہوتا تھا جن کی تاریخ عدالت میں پیش ہونے کی ہوتی تھی۔دوسرے ایک پریس تھا مومیائی کاغذ پر جو آرڈر تھانہ جات بھیجنے کا ہوتا تھا لکھ کر سیاہی کا رول اس پر پھیر دیتے تھے۔دوسرا کاغذ نیچے رکھتے تھے۔اُس پر لکھائی اتر آتی تھی۔وہ گشتی آرڈر کہلاتی تھی۔ڈسپیچر کو دے دیتا تھا وہ ہر تھانہ میں بھیج دیتا تھا۔روزانہ یہی کام تھا۔چھ ماہ کے بعد میرا تبادلہ ۱۹۲۱ء میں تھانہ کاندھلہ چوکی پر ہوگیا۔وہاں رات میں شہر کا گشت کرتے تھے اور دن میں کوئی کام نہیں تھا۔اس وقت تنخواہ ۱۳ روپیہ ہوگئی تھی۔روپیہ چاندی کا ملکہ وکٹوریہ کے سکے کے ملتے تھے۔نوٹ نہیں چلتا تھا۔جنوری ۱۹۲۱ء کو میرے خسر کاندھلہ آئے اور کہا کہ شادی کرنی ہے درخواست دے کر میرے ساتھ چلو چوں کہ میرا حق ان کی رخصت کا ہوگیا تھا ایک ماہ رخصت کی درخواست دیدی جب تک منظور ہو کر واپس نہ آئی وہ میرے پاس رہے آپس میں ہانڈی والی کر رکھی تھی کھانا مل کر پکا لیتے تھے۔غرض یہ کہ چھٹی منظور ہوگئی میں اور خسر وہاں سے گاڑی میں بیٹھ گئے چھوٹی لائن تھی جو دہلی سے سہارنپور جاتی تھی رفتار بہت آہستہ تھی دن چھپے سہارنپور آ گئے وہاں ڈھائی بجے گاڑی مراد آباد جانے والی چلتی تھی صبح ۵ بجے اسٹیشن نجیب آباد پہنچ گئے۔وہاں پانچ روپیہ تانگہ جایا کرتا تھا بیٹھ کر گھر آ گئے۔شادی کے اخراجات کے لئے میری والدہ کے نام کچھ زمین تھی چار ہزار میں فروخت کی گئی۔شادی کے لئے کچھ سامان رکھا گیا۔رخصتی کی تاریخ ۱۸، فروری ۱۹۲۱ء مقرر ہوئی۔شادی سے ایک ہفتے پہلے لڑکوں نے گھیر لیا میرے قافلے میں تیس لڑکے تھے۔لہٰذا ان کے اٹھنے بیٹھنے کے لئے چھت میں انتظام ہوا لڑکے ناچ کرانے کے لئے سر ہوئے۔میں نے اپنے خُسر سے کہا کہ لڑکے ناچ کرانا

چاہتے ہیں اگر ناچ نہ ہوا تو روٹی نہیں لیں گے۔انہوں نے کہا کہ بستی کے اور خاندان کے بزرگ ناچ کو منع کر رہے ہیں تو لڑکوں نے جواب دیا کہ کسی کو بھی پتہ نہیں ہوگا چنانچہ کرتیورے طوائف مشہور گانے والی تھی بارات سے چار گھنٹہ پہلے لاکر مظاہر حسین کے گھر میں لا بٹھایا اور اس کے آرام کے لئے سب انتظام کر دیا۔بھنیڑے میں طوائفوں نے کہہ دیا کہ رات کو فلاں جگہ آ جانا۔رات کو بارات کا بلاوا پھر گیا برادری خُسر کے دربار میں جمع ہوگئی ہمارے لئے بھی بلانے کو نائی آ گیا لڑکوں کے ہمراہ جا کر بیٹھ گیا۔ماموں بڑے میاں نے باگہ پہنایا محمد صادق نے سہرا باندھنے کے سو روپیہ لئے۔گھوڑا تیار تھا سوار کرا دیا اور تمام لگا میں محمد اصغر نے پکڑ لیں پہلے جوہڑ کی طرف کو گئے۔وہاں سے اپنی مسجد کو سلام کیا اس کے بعد امام باڑہ سلام کیا پھر درگاہ کی مسجد کو سلام کیا۔وہاں کے لڑکوں نے میرے اوپر جھتری لگائی اس کے اوپر چادر لگا کر چاروں کونے پکڑ لئے۔گیس کی لالٹین جب تک نہیں تھیں نائیوں کے ہاتھوں میں شمع روشن تھیں۔تیر گر نے گولہ چھوڑا اور لے کر مجھے دروازے پر آ گئے۔کنکروں کی اور مٹی کے ڈھیلے کی بوچھاڑ ہوئی ادھر سے برادری کے دروازے پر آ گئے۔لینا دینا ہوگیا۔سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔رات میں آتشبازی چلائی اس کے بعد محمد صغیر کی گلی کے نیچے فرش بچھا دیا گیا۔طوائف آ گئی اور نقال آ گئے۔گانا شروع ہوگیا بستی کے مرد عورت آ گئے بہت دھوم دھڑاکا ہوا صبح کو طوائف اور نقال مظاہر حسین کے گھر میں چلے گئے چائے وغیرہ پلا کر ان کو رخصت کر دیا گیا۔دن کے دس بجے برادری جمع ہوگئی تحفے آنے لگے کمہار برتن اور چلم سبزی والے سبزی لے آئے بڑھئی چھوٹی چوکی بنا کر لے آئے۔ سب کو بڑے میاں نے انعامات دے کر رخصت کر دیا۔گھر پر گئے ڈولے میں بٹھا کر ہیرا بھیری ہوئی اور جو جو پرانی رسومات تھی کی گئیں۔کپڑے پر پچکاریوں سے زنگ پھینکا گیا رنگی ہوئی کھیلوں کی بوری ادھر سے لڑکوں نے اُدھر سے لڑکیوں نے ایک دوسرے پر پھینکیں۔رات کو کھانا خسر کے یہاں ہوا مرد اور لڑکوں نے کھانا کھایا کھاتے وقت میرا جوتا وسلی کا کامدار چوری کر لیا۔پچیس روپیہ دے کر جوتا ملا۔ اگلے روز ہم نے ولیمہ کیا قورمہ اور نان تھے۔سب کو اپنے گھر کھانا کھلایا برادری میں روٹی تقسیم کی گئی قافلے والوں کے گھر کھانا بھیجا گیا۔یوں رسومات ختم ہوئیں چھٹی ختم ہونے تک گھر رہا۔سُسرال میں دعوت رہی چھٹی ختم کر کے میں کاندہلہ چلا گیا۔ستمبر میں خط آیا کہ تمہاری بہن پنجتن کا ۸ ستمبر ۱۹۲۱ء کو انتقال ہوگیا ہے۔بہت رنج ہوا اب چھٹی لینے کا کوئی سوال ہی نہیں رہا تھا۔سال ۱۹۲۲ء کے آخر میں میرا تبادلہ چوکی شاملی پر ہوگیا۔ شاملی کا بازار لمبا تھا اور چاروں طرف آبادی تھی۔رستم علی افضال کے والد نے شاملی میں مکان لے رکھا تھا ۔رستم علی افضال کے والد اور پوتے وغیرہ بھی ان کے ساتھ تھے۔میں ان سے ملنے گیا تو ماموں بڑے میاں بھی ان کے یہاں تھے۔ میرے معلومات کرنے پر بتلایا کہ ان کو شکر آئی تھی پیشاب کے راستہ لہٰذا بڑے میاں کو بغرض علاج کرانے لے آئے ہیں میں فرصت پا کر روزانہ ان کی عیادت کو جاتا تھا۔جب وہ یہاں پر اچھے نہ ہوئے تو بھائی زائر آ کر میمن لے گئے۔ہم رات کو گشت کرتے تھے دن میں کوئی کام نہیں تھا ایک دن مخبر نے دیوان کو خبر دی کہ فلاں بنئے کے مکان آج رات میں نقب لگے گا یہ مخبر شاملی ہی کا تھا۔اس کی رات کو ہم نگرانی کرتے تھے۔اور چوروں سے ملا ہوا تھا۔جہاں مکان میں نقب لگایا جائے گا وہ مکان اونچے چبوترے پر تھا۔اُس مکان کے سامنے سڑک تھی رات کو ہم نے راستے گھیر کر بیٹھ گئے ۱۲ بجے کے بعد چوروں نے آ کر چبوترے پر نقب لگانا شروع کر دیا جب نقب آر پار ہوگیا تو اس مخبر نے ایک چھوٹا ٹکڑا اینٹ کا سڑک پر پھینک دیا۔ہم نے چوروں کو گھیر لیا چور چبوترے پر تھے ہم نیچے سڑک پر تھے اندھیرا ہو رہا تھا

بندوق والے چور نے فائر کر دیا۔ کچھ چھرّ ے سپاہی کے لگے میں نے اپنی حفاظت کے لئے چبوترے کی آڑ پکڑ لی یعنی چھپ گیا ادھر دیوان نے فائر کیا جس سے ایک چور جان سے مر گیا دوسرے کو پکڑ لیا بندوق والا بندوق لے کر اندھیرے میں نکل گیا چور کو لا کر حوالات میں بند کر دیا صبح کو ایک کا چالان کر دیا دوسرے کی نعش پوسٹ مارٹم کے لیے ضلع بھیج دی پوسٹ مارٹم والے کے گھر اطلاع دے دی کہ نعش لے جائیں دوسرے کو سزا ہوئی اور ہمیں سب کو دس دس روپیہ انعام ملا۔ ہیڈ کو پچاس روپیہ ملے۔ یہ میرے لئے پہلا واقعہ تھا' میں رستم علی کے یہاں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رات بندوق چلنے کی کیسی آواز تھی میں نے من وعن سب بات بتلا دی پھر مجھے بھائی رستم علی نے بتلایا کہ دسمبر ۱۹۲۳ء کو بڑے میاں کا انتقال ہو گیا ہے میں ان کے چہلم پر رخصت لے کر میمن گیا اور چہلم میں اپنی والدہ اور بہن کو شاملی لے آیا ۔چار چھ ماہ وہ میرے پاس رہیں جب برسات کا زمانہ آیا تو بہت بارشیں ہوئیں جس سے گنگا اور جمنا میں طوفان آ گیا۔آس پاس کے گاؤں بہہ گئے ۔ والدہ نے مجھے کہا کہ ہمیں گھر پہنچا دے گھر اکیلا ہے کون دیکھ بھال کرے گا ۔ میں ۱۰ یوم رخصت کی درخواست دیدی درخواست منظور ہو گئی میں والدہ اور بہن کو لے کر چھوٹی لین سے سہارنپور پہنچا وہاں نجیب آباد جانے والی گاڑی میں سوار ہو کر نجیب آباد اور وہاں سے گھر پہنچ گئے ۔ رخصت ختم ہونے پر اسٹیشن پر آئے تو وہاں مظہر الحسن مل گئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو گاڑیاں کوئی نہیں جا رہی ہیں بالا والی کے پل پر شگاف آ گیا ہے۔ چلو گھر واپس چلیں میں نے کہا کہ ذرا سی دیر آپ ٹھہریں میں تھانہ میں رپورٹ لکھا دوں چنانچہ میں تھانہ میں گیا اور اپنی آمد لکھا دی۔انسپکٹر نے کہا کہ تم گھر چلے جاؤ رستہ کھلنے پر تم کو خبر کرا دیں گے میں بھائی شفیع کے ہمراہ گھر آ گیا ایک ہفتہ کے بعد کانسٹبل آیا کہا کہ آمدورفت ہو گئی ہے میں نے بھائی شفیع سے کہہ دیا وہ اور میں گھر سے اسٹیشن آئے ۔اور گاڑی میں سوار ہو گئے گاڑی بالا دالی رُک گئی ۔ وہاں پر مزدور لگے ہوئے تھے ۔ ریت کی بوریاں پانی میں ڈال کر راستہ بنا دیا تھا۔ مسافروں کی آمدو رفت ہو رہی تھی ۔ ہم بھی چل دیئے پھر بھی رانوں تک پانی تھا۔ سب نے پل کراس کر لیا۔ گنگا بیل اور چھپڑ اور کپڑے بہہ رہے تھے ۔ کچھ آدمی تیر کے جا رہے تھے سب نے مل کر جا کر گاڑی پکڑی اور سوار ہو کر سہارنپور آ گئے بھائی شفیع سہارنپور چلے گئے ۔ میں چھوٹی لین سے شاملی آ گیا اپنی آمد کرا دی ۔ سال ۲۳۔۲۲ء شاملی رہا اس کے بعد تبادلہ لین کا ہو گیا لین سے مجھ کو پولس آفس ڈسپیچری پر تعینات کر دیا وہاں ہر تھانے میں ڈاک بھیجنے کا کام تھا۔ سال ۶۲ء میں میرا تبادلہ تھانہ کھانولی کا ہو گیا۔ میں نے کھانولی اہلیہ کے بلانے کا خط ڈال دیا۔ اور تھانہ کے پیچھے مکان لے لیا۔ واجد علی بھوسی چھنیڈی کا لڑکا بھی کھانولی میں تھا۔ وہ بھی اپنی ماں اور بیوی کو لینے گیا تھا۔ ان کے ہمراہ میری اہلیہ اور کسی لڑکی کو اپنے ہمراہ کھانا پکانے کو لے آئے ۔ یہ پہلا موقع تھا اہلیہ کے بلانے کا مجھے میری اہلیہ نے کہا کہ مجھے ضمیر کی بیوی نے کہا تھا کہ جب تو اپنے شوہر کے پاس آئے تو دہلی ضرور آنا میں نے جواب دیا کہ بغیر پیسے کے کیسے جائیں گے کہا کہ پیسہ میں رکھوا کر لے آئی ہوں ۔ میں نے دیوانجی سے کہا کہ مجھ کو دہلی جانا ہے میری عزیز نے بلایا ہے ۔ دیوان نے کہا کہ ۳ یوم کی رخصت تھانہ دار سے لے کر چلے جاؤ میں نے ۳ یوم کی رخصت کی درخواست انسپکٹر کو دے دی انہوں نے اجازت دے دی ہم گاڑی میں بیٹھ کر دہلی پہنچ گئے باہر نکل کر تانگہ والے سے کہا کہ ہمیں محلّہ فلاں میں جانا ہے تانگے میں بیٹھ گئے تانگے والے نے ہمیں جا اتارا میں نے محلّہ والوں سے دریافت کیا کہ ضمیر پوسٹ مین کا مکان کہاں پر ہے انہوں نے بتلایا کہ وہ مکان ہے ضمیر اس مکان کے اوپر رہتے ہیں ۔ میں نے وہاں جا کر دستک دی ۔

ضمیر کی بیوی نے کھڑکی میں سے ہمیں دیکھا اور دروازہ کھول کر اوپر لے گئی ضمیر وہاں موجود نہیں تھا اس نے چائے بنا کر پلائی۔تھوڑی دیر میں ضمیر آ گیا۔ یہ میرے قافلہ کا ہے اس کو سب بارہ آنکھوں والا کہا کرتے تھے اور اس میں عادت تھی کہ لفافہ سے ٹکٹ اتار کر بیچتا تھا۔اس کی بیوی اور بچے پاکستان میں ہیں مشتاق کے یہاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ رات کو آرام کیا اور صبح کو اٹھ کر ناشتہ کیا اور کہا کہ چلو تمہیں خاص خاص مقام دکھلاؤں۔ضمیر نے تانگہ کیا اور ہمیں اور اپنی بیوی کو بٹھلا کر نیو دہلی لے گیا۔ پہلے بھول بھلیاں دکھلائی پھر ساوں بھادوں دیکھا اس میں اوپر جالی لگی ہوئی تھی اور نیچے حوض تھا اوپر سے پانی بارش کی طرح سے گرتا تھا۔اس کے بعد قلعہ لے گیا وہاں پر دروازے پر گوروں کا پہرہ تھا۔قلعہ کے باہر بہت چوڑی خندق قلعہ کے چاروں طرف تھی اندر جا کر شاہی محل دیکھا محل کے اندر دو گز چوڑی نہر تھی جمنا سے اس نہر میں پانی ہو کر گزرتا تھا۔ پھر جمنا میں چلا جاتا تھا۔قلعہ کے اندر خوبصورت چھوٹی مسجد تھی۔ چاروں اطراف قلعہ کے فوج کے رہنے کے کمرے بنے ہوئے تھے۔قلعہ کے اندر ایک چارپائی کے برابر چوڑی تھیں۔غرض کہ قلعہ میں گھوم کر باہر آ گئے شام ہو گئی تھی گھر آ گئے اگلے روز دہلی کی مسجد دکھلائی سیڑھیوں پر بھی بازار لگا ہوا تھا ہر طرح کی اشیاء فروخت ہو رہی تھیں بہت دور تک اوپر تک سیڑھیاں تھیں اور حوض تھی۔اس کے پاس دھوپ گھڑی اندر سے مسجد بہت کشادہ تھی دروازے اور دروں پر لکھائی عربی میں تھی مینار بہت بلند تھا۔اور یاد نہیں کیا کیا دیکھا اس کے بعد نیچے آ گئے اور ضمیر سے کہا کہ بھائی اقرار سے ضرور ملنا ہے وہ ہم کو تانگہ سے موری دروازے لے گیا وہیں پر بھائی اقرار رہتے تھے۔کباڑ خانہ کی دوکان کر رکھی تھی وہ ہم کو گھر لے گئے دوپہر کا کھانا وہیں کھایا وہاں سے ہم ضمیر کے گھر آ گئے۔رات کی گاڑی میں ضمیر نے ہم کو بٹھلا دیا۔ہم کھانولی واپس آ گئے دو تین ماہ کے بعد اظہار حیدر لینے کے لئے آ گیا اس سے پوچھا کیسے آئے پرچہ نکال کر لکھا ہوا دکھلایا کہ نجیب آباد سے سہارنپور اور سہارنپور سے کھانولی آ گیا بابو کو پرچہ دکھا کر ٹکٹ لیا۔وہ دو مہینے کھانولی رہ کر اپنی بہن اور بجیا کو لے گیا میں نے ان سب کو گاڑی سے سوار کرا دیا۔واجد اپنی ماں اور بیوی کو لے آیا تھا وہاں کھانا کھایا کرتا۔میرے حلقہ میں کیلاوڑہ تھا۔ایک روز سمن کی تعمیل کرنے گاؤں گیا تھا کاغذات تعمیل کر کے واپس آ رہا تھا جب گاؤں سے بہت دور نکل آیا تو ایک دم آندھی آئی میں نے وہاں سے دوڑ لگا دی کہ میں گاؤں تک پہنچ جاؤں ایک دم اندھیرا ہو گیا میں درختوں سے نکل کر بہت فاصلہ پر کھیت میں گیا ہوا سے ریت اڑا میری کمر کے پیچھے جمع ہو گیا تھا۔میں نے ریت کے اوپر کمر لگا دی اور دعائیں مانگنا شروع کر دیا۔تھوڑی دیر میں اس اندھیرے سے سرخی ہو گئی جس سے سامنے گاؤں نظر آ گیا میں دوڑ کر گاؤں میں گھس گیا خیال یہ تھا کہ بارش اور اولہ نہ پڑنے لگے اللہ اللہ کر کے آندھی ختم ہوئی اور تیزی سے چل کر تھانہ آ گیا اس آندھی سے دو ماہ بعد خط آیا کہ دختر تولّد ہوئی ہے۔خدا کا شکر ادا کیا کھانولی سے دو میل کے فاصلہ پر مبارک حسین محل کے رہنے والے نہر میں تیر رہے تھے اور گاؤں میں مکان لے رکھا تھا میں اکثر فرصت پا کر ان سے ملنے چلا جاتا تھا۔دولڑکے سبط حسن جواب پاکستان میں ہیں اور وحید حسن عون محمد کے خسر دونوں کھانولی اسکول میں پڑھتے تھے میرے پاس آیا جایا کرتے تھے کبھی ان کے ساتھ بھی گاؤں چلا جاتا تھا مبارک حسین کی اہلیہ جس کا نام کنیز رسول تھا بہت خاطر تواضع سے پیش آتی تھی وہ پاکستان آ کر فوت ہوئی ہے محرم میں انتظام کے لئے میں اپنی ڈیوٹی کیلاوڑہ لگواتا تھا ایک کانسٹبل اور ہوتا تھا ہمارا حلقہ بھی کیلاوڑہ وہیں پر بہنوئی محمد صادق کی سسرال تھی وہ سب مجھ کو جان گئے تھے۔ایک مرتبہ پھر میں نے اپنی والدہ اہلیہ ہمشیرہ کو مکان کا انتظام کر کے بلوایا ہمارے خسر ان سب کو لے کر کھانولی

آ گئے وقار بہت چھوٹی تھی کچھ وقت کے بعد وقار کے چیچک نکل آئی تمام بدن ناک کان آنکھوں تک تھی آنکھوں تک تھی سفید پتلی دکھلائی دیتی تھی۔ تین روز تک یہی حال رہا جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو میں وقار کو گود میں لے کر ڈاکٹر کے پاس لے گیا جیالال ڈاکٹر آنکھیں بنانے میں مشہور تھا اُس نے وقار کو لٹا کر آنکھیں صحیح کر دیں میں لے کر گھر آ گیا ایک ہفتہ میں بالکل ٹھیک ہوگئی اس کے بعد جاڑوں میں میری والدہ کی پسلی میں درد ہوا نمونیہ ہوگیا میں ڈاکٹر کو بلا کر لایا اس نے دو یوم میں دو پلاسٹر لگائے اور انجیکشن لگائے۔ ان کی طبیعت چار یوم میں ٹھیک ہوگئی۔ مجھ میں یہ عادت تھی کہ جب کوئی سخت بیمار ہوتا تھا آرام ہونے پر گھر بھیج دیا کرتا تھا۔ اس لئے اگر نصیب دشمناں کوئی بات ہوگئی تو پردیس میں کیا کروں گا لہٰذا چھ مہینے کے بعد میں نے سب کو گھر بھیج دیا تھا۔ تین سال کھانولی میں رہنے کے بعد میرا تبادلہ ۳۱ء لین کا ہوگیا تھا۔ لین کے دفتر میں لکھنے کا کام پر لگ گیا۔ ایک سال ۳۱ء کے بعد میرا تبادلہ جنجانہ باوریہ کالونی کا ہوگیا یعنی بارہ گاؤں قریب قریب ہاریوں کے تھے۔ یہ جرائم پیشہ قوم تھی۔ ان کی نگرانی کے لئے ایک سب انسپکٹر دو منشی ایک گارڈ مسلح تعینات رہتے تھے بہت سے زمین جوت رہے تھے۔ اور بہت دور جا کر ریاستوں میں چوری کرتے تھے۔ فقیروں کے بھیس میں رہتے تھے ہر ہفتہ ان کی حاضری لی جاتی تھی سب کو ایک جگہ اکھٹا کر لیا جاتا تھا۔ بہت سے غیر حاضر بھی تھے وہ جنگلوں میں گاؤں کے آس پاس رہتے تھے عورتوں کے ذریعہ کھانا منگاتے تھے دن میں جس جنگل میں رہتے تھے وہاں پر ایک آدمی کو درخت پر چڑھا دیتے تھے اور ایک بانس میں سفید چادر باندھ دیتے تھے جب پولیس کے ساتھ گارڈ غیر حاضر والوں کو پکڑنے کی غرض سے جاتے تھے تو یہ بانس کا رخ اس طرف کر دیتے تھے جس سے ان کو پتہ ہوجاتا تھا کہ گارڈ اس طرف آ رہے ہیں۔ اگر گارڈ جنگل میں گھس آئی ہے تو اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ بھاگ جاتے تھے۔ اگر کوئی مخبری سے گرفتار ہوجاتا تھا تو گارڈ روپیہ سو یا دو سو لے کر چھوڑ دیتے تھے اور اگر اس کے پاس نہیں ہوتے تھے تو گارڈ انسپکٹر کے پاس لے آتے تھے اس کی سفارش کے لیے بہت سے مرد عورتیں آ جاتی تھیں اگر روپیہ تھانہ دار کو دے دیا تو وہ حاضری درج کر لیتا تھا ورنہ چالان عدالت میں دفعہ ۲۲ کر دیتے تھے عدالت سے ۳ ماہ قید سنا دی جاتی تھی اور اگر چوری کرتے کہیں ریاست میں پکڑا جاتا تھا تو پھر کافی لمبی سزا ہوتی۔ جنجانہ میں پرانا بوسیدہ قلعہ تھا اس میں ایک طرف تھانہ تھا ایک طرف ہم سب رہتے تھے۔ وہیں پر ایک چھوٹا سا مکان تھا اس میں میں نے اپنی اہلیہ اور والدہ کو بلا کر رہتا تھا اس وقت مظفر گود میں تھا۔ ۸ ماہ کے بعد بچوں کو گھر بھیج دیا پھر سال کے بعد دس یوم رخصت لے کر گھر پہنچا تو میری والدہ نے کہا کہ تیری بہو ایک ایک برتن کر کے گھر لے جا رہی ہے۔ میں نے بوری میں برتن بھر کر حیدر کے لڑکے رکھے کو بلا کر احاطہ میں رکھوائے جب اہلیہ کو خبر ہوئی تو غصہ میں بھری ہوئی حاطہ میں آئی اور الٹ پلٹ باتیں کر کے چلی گئی میں نے کچھ جواب نہیں دیا اور نہ سسرال گیا چھٹی ختم کر کے واپس آ گیا میرے سُسر نے میرے نام نوٹس نان نفقہ بھیج دیا جنجانہ میں ایک بنیا بہت بڑا زمیندار تھا میں نے نوٹس کا جواب لکھانے اس کے گھر پہنچا تو اس نے نوٹس پڑھ کر مجھ سے پوچھا ہیں کون جنہوں نے نوٹس دیا ہے میں نے کہا یہ میرے سُسر ہیں اور میری زمین کا کام انہیں کے سپرد ہے اور مختار نامہ میں نے ان کے نام لکھ دیا ہے تو اس بنئے نے کہا کہ نوٹس بیکار ہے خیر میں جواب لکھے دیتا ہوں جواب لکھا کر ڈاکخانہ سے رجسٹری کے لیے بھیج دیا سال ۳۳ء میں میرا تبادلہ خواندگی پر لین کا ہوا۔ میں نے والدہ کے نام خط بھیجا کہ میں تبدیل ہو کر لین آ گیا ہوں۔ لین سے .S.D.M کے اجلاس میں تعینات ہوگیا۔ ہم دو تین لوگوں نے ایک مکان ہانڈی محلّہ میں لے رکھا تھا۔

آپس میں کھانا پکاتے تھے۔ میرے سُسر نے میری اہلیہ کو محمد صادق کے ہمراہ مظفرنگر بھیج دیا وہ آکر وزیر احمد کے ہاں ٹھہر گئے۔ میں جب وہاں گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ بہنوئی محمد صادق موجود ہیں۔ سلام دعا ہوئی کہا کہ میں تیری بہو کو لے آیا ہوں جو کچھ نا اتفاقی ہے اس کو دور کرو آپس میں مل کر رہو یہ تو زندگی کا ساتھ ہے لہٰذا آپس میں سمجھوتہ ہو گیا بہنوئی دو چار یوم قیام کرنے کے بعد گھر چلے گئے۔ بابو نے مظفرنگر میں دکان کر رکھی تھی مکان لے رکھا تھا رضیہ رہتی تھی میں نے ان کو لے جا کر اسی مکان میں پہنچا دیا۔ برتن وغیرہ ساتھ نہیں لائی تھی ایک ہی جگہ کھاتے رہے۔ غلام معصوم پٹرول تھا شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر گاؤں میں معہ بچوں کے رہتا تھا اس کو جب خبر ہوئی تو وہ آیا اور وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ میں صبح ناشتہ کر کے اجلاس میں چلا جاتا تھا کہ چار بجے بعد اجلاس گھر غلام معصوم کے چلا جاتا جو میرے دفتر میں کام کرتے تھے ان کی پریڈ معاف تھی چنانچہ ایک سال میرے پاس رہی۔ بابو اور رضیہ میمن جارہے تھے ان کے ہمراہ گھر بھیج دیا۔ سال ۳۷ء کو میرا تبادلہ اجلاس سے چوکی آبکاری میں ہو گیا۔ یہ چوکی شہر میں ہی تھی۔ ایک سال کے بعد میرا تبادلہ سن ۳۸ء میں کیرانہ خواندگی پر کیرانہ کا ہو گیا۔ میں نے گھر خط بھیجا کہ کیرانہ کا تبادلہ ہو گیا ہے میں چھٹی لے کر گھر آؤں گا سب کو لینے کے لئے تیار رہنا۔ میں تبادلہ ہونے پر ۲ ماہ کے بعد گھر پہنچا میں اپنی والدہ اور اہلیہ کو لے آیا خورشید گود میں تھا۔ لاکر محمد عابد کانسٹیبل شبو نانونہ کا رہنے والا تھا مکان لے رکھا تھا اس میں اُتار دیا۔ خورشید کو گود میں لے کر بازار سے سبزی اور آم لاتا تھا آم کا رس خورشید کے منہ میں نچوڑتا تھا گٹھلی اور چھلکا میں چوستا تھا۔ آٹھ ماہ میرے پاس رہتی رہیں اس کے بعد میری والدہ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ دوا کی کچھ فائدہ نہ ہوا میں ان سب کو گھر پہنچا دیا۔ گھر سے خط آیا کہ طبیعت زیادہ خراب ہے میں نے بغیر تنخواہ ایک ماہ کی چھٹی لی اور گھر پہنچ گیا والدہ نے مجھے بتایا کہ پیٹ میں گولہ پھرتا ہے اس وقت غلام مرتضیٰ سول سرجن گھر پر آئے ہوئے تھے۔ ہمارے ان کو بلا کر لے آئے اُنھوں نے نسخہ لکھ دیا دوائی نجیب آباد سے لا کر پلائی کچھ فائدہ کی صورت نہ ہوئی میں نے خسر سے کہا کہ بجنور ہسپتال داخل کر دیں تو اُنھوں نے کہا کہ وہاں لے جانا بے سود ہے۔ میری والدہ کی بیماری میں وقار فاطمہ نے بہت خدمت اپنی دادی کی کی ہے۔ دوائی وغیرہ کرتے رہے نجیب آباد سے ڈاکٹر آتا رہا۔ علاج کرتا رہا میں رخصت ختم کر کے کیرانہ آ گیا۔ سال ۳۹ء میں میرے پاس آفتاب رضا، زائر حسین کا لڑکا آیا ہوا تھا۔ ایک روز میں نے کھانا بنایا اور آفتاب رضا اور میں کھانے کے لیے بیٹھے ہانڈی اپنے پاس رکھی تو ایکدم ٹوٹ گئی فوراً دوسرے برتن میں ترکاری رکھی میرا ماتھا ٹھنکا کہ خدا خیر کرے اور روٹی منہ میں نہ چلی اگلے روز خط آیا کہ تمہاری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے مجھے بہت رونا آیا۔ میری پریشانی کو دیکھ کر آفتاب رضا میرے ہی پاس رُک گیا جہلم پر میں اور آفتاب رضا گھر پہنچے میں نے قبر پر فاتحہ پڑھی اور رونے لگا محمد اصغر نے مجھے وہاں سے اُٹھایا۔ میری بہن اور خالہ گھیٹی نے مجھے کہا کہ مرتے وقت تجھے بہت یاد کیا تیرے بجائے مظاہر حسین کو ان کی چارپائی کے پاس کھڑا کر کے کہا کہ محمد طاہر آ گیا ہے۔ یہ سن کر فوراً دم نکل گیا۔ اس وقت حسین میری والدہ کے مرنے سے دو یوم پہلے ہوا تھا۔ میں بعد جہلم واپس کیرانہ آ گیا۔ اس کے بعد میرا تبادلہ چوسانہ پر ہوا وہاں ایک سب انسپکٹر چار کانسٹبلز رہتے تھے۔ ایک اطلاع ہوئی کہ میری بھینس چوری ہو گئی ہے رپورٹ لکھ دیجیے میں نے رپورٹ درج کی اور حلیہ بھینس لکھ کر مقدمہ درج مسرقہ مولتی دفعہ ۳۷۹ میں کر دیا تھوڑے دن کے بعد وہ آیا کہ علاقہ پنجاب میں فلاں گاؤں میں میری بھینس ہے آپ میرے ساتھ چل کر بھینس گرفتار کریں داروغہ نے کہا کہ دیوان جی آپ چلے جائیں اور اپنے کو تھانہ دار بتلائیں۔ لہٰذا ایک کانسٹیبل اپنے ساتھ لیا داروغہ کی بندوق لی اور مدعی اور مکھیا اور مخبر میرے ساتھ چل دیئے تانگہ مدعی اپنا لایا رات کو چلے صبح نہار منہ پہنچے اور آمد لکھائی داروغہ سے کہا کہ ہم بھینس کی گرفتاری

میں آئے ہیں دو کانسٹبلز علاقہ کے دے دیجیے۔ دو کانسٹبلز اُنھوں نے ہمارے ساتھ کردیئے اور ہم صبح کے ۴ بجے گاؤں میں پہنچے مخبر کی نشان دہی پر اس مکان پر گئے مدعی نے بھینس شناخت کرلی۔ میں بھینس اور جس کے گھر بھینس تھی اُس کو گرفتار کرکے تھانہ آیا۔ ملزم کو تھانہ میں بند کیا اُنھوں نے مقدمہ درج کرکے ملزم کو بند کردیا اور بھینس کو لے کر چوسانہ آ گئے بھینس کانجی حوض میں بند کردی۔ داروغہ نے اپنے روزنامچہ میں لکھنا پڑھنا شروع کیا بھینس کو لے جا کر مدعی کے گاؤں میں چھوڑا گیا کہ یہ بھینس اگر تمہاری ہے تو اپنی جگہ خود پہنچ جائے گی چناں چہ بھینس خود مدعی کے مکان پر پہنچ گئی۔ بھینس کو عدالت میں پیش کرنے کے لیے ضمانت پر چھوڑ دیا ایک سال کے بعد میں کیرانہ آ گیا۔ ۱۹۴۳ء میں کیرانہ میری اہلیہ اور ہمشیرہ وشیمم گینددی، وقار فاطمہ ہمراہ یوسف اور اظہار حیدر آ گئے مکان تھانہ سے یعنی شہر سے باہر کی طرف تھا۔ کرایہ پر لے لیا تھا۔ ۸ ماہ کیرانہ رہے اس کے بعد ان سب کو میں نے گھر بھیج دیا کیرانہ سے بس میں سوار کرادیا۔ مظفرنگر وہاں سے یہ گھر چلے گئے۔ میرا سال ۱۹۴۳ء کو تبادلہ فتاوی کا ہوگیا فتاوی میں میں نے اہلیہ اور وقار فاطمہ اور چاروں بچوں کو فتاوی بلا لیا میری بہن اختر رضا کے ساتھ الہٰ آباد چلی گئی تھی اختر رضا ریلوے میں گارڈ تھے۔ کچھ مہینے کے بعد گھر سے خط آیا کہ انوری بیگم کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ سب بچے وغیرہ فتاوی سے میمن چلے گئے۔ سال ۱۹۴۴ء کو میرا تبادلہ لبن کا ہوگیا۔ میں تبادلے پر لبن چلا گیا وہاں سے چھ ماہ کے بعد میرا تبادلہ کاندھلہ دوبارہ ہوگیا تھانہ کے پیچھے مکان کرایہ پر لے کر ان سب کو بلوا لیا تھا۔ سال ۴۵ء تو آرام سے گزر گیا سال ۴۶ء کے آخر میں جلسہ جلوس شروع ہونے لگے سال ۴۷ء کو شرنارتھی بھاگ بھاگ کر پنجاب سے آئے اسٹیشن پر میری اور ایک کانسٹبل کی ڈیوٹی رات دن کی ہوگئی تھی۔ جب شرنارتھی کی آمد روفت بند ہوگئی اور شہر میں آباد ہوگئے تو اُنھوں نے اپنے حالات بیان کرکے ہندوؤں کو جوش دلایا جن سنگ پارٹی اور کانگریس نے شوروغل مچایا اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے تیار ہوگئے۔ چنانچہ ایک بڑے رئیس کو جب وہ نماز پڑھ کے صبح کی اپنے گھر جانے لگا تو بندوق سے فائر کرکے مار دیا۔ ایسی صورت کو دیکھ کر ملٹری بلا لی گئی اور ایک S.D.M کی تعیناتی ہوگئی۔ اس طرف جتنی بھی ملٹری مسلمان کاندھلہ میں تھی پاکستان کے لیے بلا لیا گیا کاندیلہ میں صرف ہندو ملٹری رہ گئی تھی کرفیو لگا دیا گیا رات کو ایک طرف ہندو ہیڈ کانسٹیبل اور سپاہی گشت کے لیے بھیج دیئے ایک طرف میں اور کانسٹبل بھیج دیے گئے تمام رات بہت ہوشیاری سے گشت کیا گیا چار بجے واپس تھانہ آرہے تھے تو مسلمان محلے میں ایک بہت بڑی لکڑی کی ٹال میں آگ لگادی اور کچھ گھر جل گئے ملٹری اس محلے کے قریب جہاں آگ لگی تھی ایک بیٹھک میں موجود تھی۔ انھیں کے سامنے آگ لگانے والے بھاگے ملٹری خاموش بیٹھی رہی جس محلے میں آگ لگی تھی وہاں گشت کرنے والوں کو جلدی پتہ لگ گیا اور ڈپٹی صاحب کو جگا دیا۔ ڈپٹی فوراً وہاں پہنچ گئے جہاں آگ لگائی تھی اور ہم فاصلہ پر تھے ہم صرف روشنی دیکھ کر بھاگے سب انسپکٹر بھی دیر میں گئے۔ صبح کو ڈپٹی صاحب ہمارا سب کا جواب طلب کرلیا۔ ہم نے عذر کیا لیکن کچھ توجہ نہیں کی اگلے روز جب روک تھام ہوچکی اس وقت ملٹری اور ڈپٹی واپس مظفرنگر ہوگئے۔ ملٹری کو کچھ دن کے لیے روک لیا۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کے لیے خطرناک وقت تھا مجھے سب انسپکٹر نے کہا کہ دیوانجی بہتر ہے کہ آپ پینشن لے لیں میں گھر آ کر سوچتا رہا پھر میں نے یقین کرلیا کہ یہاں رہنا اب خطرناک ہے لہٰذا میں نے ایک سال رخصت کی درخواست اور بعد ختم رخصت پینشن منظور فرمائی جائے چنانچہ رخصت نامنظور ہوکر پینشن منظور ہوگئی بچوں کو ساتھ لے کر مظفرنگر آ گیا ان سب کو بھائی علام حیدر کے اُتار کر وردی داخل کرنے لین چلا

گیا میری تیس سال ملازمت ہوتی تھی دو سال کمی سے پینشن منظور ہو کر پنشن میں کمی ہوگئی اور پندرہ روپیہ رہ گئے جو کانسٹیبلان کی پنشن ہوتی ہے وہی میری ہوئی کاغذات تیار ہوئے فوٹو کھنچوا کر دیا گیا اُنگلیوں کے نشان لیے کاغذات منظوری کے لیے الہٰ آباد بھیج دیئے گئے میں ۱۹۴۷ء گھر معہ اہل عیال کے آ گیا سب سے پہلے شمیم کی شادی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ شمیم کو اس کی نانی اور نانے نے پرورش کیا ہے اور وہی اپنی مرضی کے مطابق شادی کریں گے۔ چنانچہ ہمارے ریٹائر ہو کر گھر آنے پر نذیر حیدر کے والدین نے شمیم کو نذیر حیدر کے ساتھ شادی کرنے کا پیغام دیا۔ بہت حجت کرنے کے بعد ہماری خوش دامن اور خسر وغیرہ نے رضا ظاہر کر دی اور مہینہ مقرر ہو گیا۔ نذیر حیدر کے والدین نے پاکستان خط بھیج کر نذیر حیدر کو بلوالیا نذیر حیدر کے آنے پر تاریخ شادی مقرر ہوگئی بھائی امیر حیدر نے شادی کے خط پار وغیرہ میں بھیجے ہوں گے لیکن بہرائچ سے عابد رضا معہ فیملی کے آ گئے ان کو مسجد کے پیچھے ہادی حسن کے مکان میں ٹھہرادیا۔ نذیر حیدر نے اپنے قافلہ والوں کو اُٹھنے بیٹھنے کا بندوبست ڈاکٹر کے مکان میں جو محل کے نیچے ہے کر دیا تھا۔

اب برات چڑھنے کا وقت ہوا بلاوا بھیجا گیا برادری جمع ہوگئی نذیر حیدر کے بلانے کے لیے نائی بھیجا نذیر حیدر اور قافلے والے آ کر بیٹھ گئے جوڑا شادی کا پہنایا گیا یعنی باگہ سہرا غالباً عابد رضا نے باندھا یا اور کسی نے مجھے اچھی طرح یاد نہیں عقد ہوا۔ چھوہارے تقسیم ہوئے۔ گھوڑے پر سوار کیا باجا بجتا ہوا بستی کا گشت لگایا۔ امام بارگاہ اور مسجدوں کو سلام کرتے ہوئے دروازے پر آئے دولہا پر چھتری اور چادر لگی کنکریاں اور مٹی کے ڈھیلوں کی بوچھار ہوئی دروازے پر جو کچھ لوگوں کو لیا دیا گیا آ بشاریاں چھوڑیں گئیں۔ لڑکا اور قافلے والے جہاں مکان میں قیام تھا پہنچ گئے۔ تمام رات باہر مدرسے میں طوائف نے اور نقالوں نے گانا بجانا کیا صبح کو رخصتی تھی ہم نے اپنے کھانا پکوان کا انتظام بھائی کلبی کے سپرد کر دیا۔ اُنھوں نے اسی مکان میں ڈاکٹر کے تندور لگوایا گیا صبح کو رخصت ہوئی ڈولا گھر میں ہمارے رکھا گیا۔ میری بیٹی شمیم کو مستورات اور ہم قافلہ لڑکیوں نے ڈولے میں بٹھلا دیا مردوں نے ڈولے پر ہاتھ رکھ کر قل ھواللہ پڑھی بیٹی کا ڈولہ رخصت ہوا دولھا اور رشتے دار برادری کے اشخاص ڈولے کے ساتھ چلے۔ میں نے پیسوں کا انتظام کر رکھا تھا ڈولے کے اوپر سے پھینکے ڈولا محل میں رکھا گیا رسومات جو کچھ ہونا تھی ہوئیں رنگ اور چھلوا دونی کی واپسی پر ہوا رات کو بارات کو کھانا کھلایا گیا گھر پر روٹی ہم نے دی جوتا دولہا کا لڑکیوں نے چرایا روپیہ لے کر واپس کیا اگلے روز ولیمہ نذیر نے کیا ہمارے تندور پر انھوں نے بھی نان پکوائے اور کھانا کھلایا اور برادری یا گھر پر جیسا انھوں نے سمجھا ہوگا بھیج دیا ہوگا باہر سے آئے ہوئے مہمان دو چار روز رہ کر چلے گئے نذیر حیدر کے سونے کا انتظام اختر عباس والے گھر میں کیا گیا قریب قریب ایک ماہ قیام کرنے کے بعد واپس پاکستان چلے گئے۔ شمیم گھر پر رہی محل میں یہ تھی شمیم کی شادی۔

☆☆☆☆

شمیم کی بہرائچ روانگی

کچھ عرصے کے بعد عابد رضا بہرانچ سے آ کر اپنے یہاں ٹھہرے اور ہمارے گھر آ کر شمیم کے بہرائچ لے جانے کی اجازت چاہی تنہا بھیجنا مناسب نہ سمجھا میرے ہمراہ شمیم کو کر دیا ہم دونوں کو اپنے ساتھ بیل گاڑی پر بارش کی وجہ سے چٹائی بندھوائی اور نجیب آباد اسٹیشن پر دن چھپے پہنچ گئے ٹکٹ لے کر گاڑی میں سوار ہو گئے دہلی پہنچے دہلی میں امیر رضا کے یہاں قیام کیا ملاقات امیر رضا سے کرائی اگلے یوم وہاں

سے سوار ہو کر بہرائچ پہنچ گئے۔ ہمیں دیکھ کر بنت حسنین چھیلا بہت خوش ہوئے اور بچے بہت خوش ہوئے قریب ایک سال وہاں رہے میں نے عابد رضا سے اپنی پنشن کے متعلق ذکر کیا کہ کہیں میری پنشن نہ ماری جائے۔ اُنھوں نے دفتر سے فارم لیا اور مجھے ساتھ لے گئے کہا کتنی پنشن ہے چار مہینے کی ہے فارم بھر کر اور دستخط کر کے مہر لگا دی اور مجھ سے کہا کہ کاغذ پر جس سے پنشن منگوانی ہو اس کے نام اتھارٹی لکھ دو میں نے بھائی ضیغم کے نام لکھ دیا رجسٹری ہو کر فارم بھیج دیا اُنھوں نے وصول کر کے ہمارے روپیہ دے دیئے پھر جب تک رہے ایسا ہی پنشن کے لیے بھیجتے رہے وہیں توقیر نے مکان کرایہ پر لے رکھا تھا بیوی بچے پاس بھی تھے کھاتولی اور خسرہ وغیرہ کی نقل کے لیے اس آفس میں ملازم تھے ان سے ملنے کے لیے کبھی توقیر کبھی عابد رضا کے گھر والے آتے جاتے تھے۔

روانگی پاکستان

توقیر مقروض بہت ہو گئے تھے۔ رات میں اپنا سامان باندھ کر عابد رضا کے یہاں آ گئے اور رات ہی میں ٹکٹ لے کر بہرائچ سے یہ تین پاکستان گاڑی پہ سوار ہو گئے کچھ دنوں میں عابد رضا بھی پاکستان کے لیے تیار ہو گئے اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ بھائی میں شمیم کو پاکستان لے جا رہا ہوں وہاں لے جا کر نذیر حیدر کے سپرد کر دوں گا پھر جانا مشکل ہو جائے گا میں نے ان کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ عابد رضا نے ضروری سامان جو لے جانے کے قابل تھا باندھ کر رکھ لیا۔ صبح کو اپنے لڑکے شاہد کے ہمراہ سب کو بھیج دیا مکان میں صرف عابد رضا اور میں تھے صبح کو ناشتہ کرنے کے بعد مکان کو تالا لگا کر مجھ کو ساتھ لے کر اسٹیشن آ گئے اور گاڑی پہ سوار ہو کر دہلی پہنچ گئے مجھے ٹکٹ دلوا کر گاڑی پہ بٹھلا دیا اور وہ امیر رضا کے یہاں پہنچ گئے۔ میں نجیب آباد اُتر کر گھر آ گیا مجھ سے دریافت کیا کہ شمیم کہاں ہے میں نے جواب دیا کہ شمیم عابد رضا کے ساتھ پاکستان چلی گئی ہے شمیم کی والدہ اور گیندی کو نہ مل کر جانے کا افسوس ہوا۔ میں نے کہا کہ چلا جانا اچھا ہوا ورنہ بھیجنا مشکل ہو جاتا اب گھر میں بچے رہ گئے خسرا اور خوش دامن کی وفات کے بعد ہم اسی گھر میں آ گئے تھے۔ اپنے مکان میں رضیہ کو چھوڑ دیا تھا۔ قیصر بھائی علی اختر کے پاس چلا گیا تھا خورشید سمجھ دار تھا کرتپور کے اسکول انگریزی میں داخلہ لے لیا تھا۔ روزانہ صبح کو جانا اور اندھیرے واپس آنا اور برسات اور سردیوں میں جانا مصیبت تھا۔ جب امتحان ہوا خورشید کی والدہ اور بہن کو وہیں میں مکان لے کر بھیج دیا جب تک امتحان ہوا وہ وہیں رہتی رہیں۔ خدا نے خورشید کو امتحان میں انٹر کے کامیاب کر دیا اور والدہ بہن کے ساتھ گھر آ گئے۔ مجھ کو اور ذوالفقار حیدر اور تین کو جو ریٹائر ہو کر گھر آ گئے تھے۔ احمد حسن کنٹریکٹر نجیب آباد کے یہاں ملازم کرا دیا تھا۔ ٹھیکیدار نے چالیس روپیہ ماہوار پر ہم کو رکھ لیا۔ جاڑوں میں جنگل پہاڑ پر بانس کی کٹائی کا کام ہوتا تھا پندرہ فروری تک کاٹنے والے اپنا کام ختم کر کے اور کٹائی کا حساب کر کے واپس اپنے وطن چلے جاتے تھے۔ یہ لوگ مراد آباد کی طرف سے معہ بال بچوں کے آتے تھے اس کے بعد بانس کے مزدور گھٹے بناتے تھے اور ٹرک میں بھرتے تھے مجھ کو روانہ کرنے پر یعنی دینے پر تعینات کر دیا تھا۔ میں بانس کے گٹھوں کو شمار کر کے روزانہ ان پر روانگی لکھ دیتا تھا اور ٹرک ڈرائیور کو رونہ دے دیتا تھا۔ اُس رونہ کے مطابق ٹھیکیدار کا گھٹے شمار کر لیتا تھا۔ یہ چار پانچ ماہ کا کام تھا اس کے بعد ہم سب اپنے گھر آ جاتے تھے۔ اس طرح سے عرصہ تک کام کرتے رہے۔

بچوں کی پاکستان روانگی

اب پاکستان لڑکوں بھیجنا ضروری سمجھا سب سے پہلے مظفر حسین ہمراہ مشتاق پاکستان آیا۔ قیصر سائرہ کے ہمراہ اور خورشید میرے خیال سے نواب علی کے ساتھ پاکستان آئے۔ خورشید کو ایک خط میرے یاد پڑتا ہے اختر رضا کے نام تھا کہ خورشید کا خیال رکھنا اب راستہ کی پریشانی اور پاکستان پہنچ کر وہاں کی پریشانی جو کچھ ہوئی ہوگی وہ خود ہی سمجھ سکتے ہیں بچوں کو علیحدہ علیحدہ پاکستان آنا پڑا میں نے اس وقت بڑی زبردست غلطی کی جب اختر رضا پاکستان آرہے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ ماموں پاکستان چلو لیکن غلطی بھی کچھ نہیں تھی شمیم کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ خورشید نے بہت عرصے کے بعد خط بھیجا کہ ملازمت لگ گئی ہے ملازمت لگ جانے کے بعد وقار فاطمہ اور حسنین اور ہمراہ تفسیرن زوجہ نواب علی پاکستان گئے اور وہیں رہ گئے یہ پاسپورٹ لے گئے تھے۔ اب ہم دونوں میمن رہ گئے تھے۔ اور پاکستان کا آنا جانا بھی ہوتا رہا اور پاکستان کی رہائش نامکمل سے وقفیت بھی ہو چکی تھی۔ گھر بہت سکون سے رہتے رہے اس کے بعد زمندارا ختم ہو گیا جس کے کاشت زمین تھی وہ اس پر رہ گئی اور زمینداروں کو معاوضہ بونڈ مل گئے اور بنیوں نے سو روپیہ بونڈ کے ۷۵ روپیہ دینے شروع کر دیئے۔ ڈھائی ہزار کے بونڈ ملے تھے۔ جب ضرورت ہوئی نوٹ نجیب آباد جا کر یا کرتیور لے جاتے اور جو روپیہ ملتا اس سے گھر کا خرچ چلتا رہتا تھا۔ جب بونڈ ختم ہو گئے تو گھر پر نظر گئی جب اور پاکستانی کے گھر فروخت ہوئے جیسے ڈپٹی منور حسن کی کوٹھی مصطفیٰ نے نیلام کر کے کڑی کا بھاؤ پانچ روپیہ فی کڑی اور اینٹ پانچ روپیہ فی ہزار جولاہوں نے خریدنا شروع کر دیا میرے اچھے بنے ہوئے مکان کے چھ سو روپیہ لگا دیئے میں نے دینے سے انکار کر دیا پھر برسات میں بالا خانہ کی دو کڑیاں گر پڑیں اور پانی بھر گیا اور نیچے دالان میں ٹپکنا شروع ہو گیا اوپر کا حصہ اتروا کر کڑیاں اور کیواڑ فروخت کر دیئے تختے جلانے کے کام آ گئے۔ نیچے مکان میں رضیہ رہنے لگ گئی تھی اور باہر ایک درہ کی اینٹیں رات کو اُکھاڑ کر شاہ جی والے لے جانے لگے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ سب مکان بیچ کھایا ایک دیوار محل کی طرف بے پردگی کی وجہ سے چھوڑ دی گئی۔ قصائی نے اس میں گائے ذبح کر کے بیچنا شروع کر دیا۔ صرف زمین رہ گئی تھی۔ اور زمین کا بھاؤ بڑھ گیا تھا۔ لیکن کوئی خریدنے والا نہیں کچھ عرصے کے بعد زمینیں ضبط ہو گئیں زمینداروں کو معاوضہ بونڈ مل گئے ڈھائی ہزار کے بونڈ مجھ کو ملے ان میں پانچ سو روپیہ ہمشیرہ کی زمین کے میری عدم موجودگی میں کسی نے کہہ دیا کہ وہ پاکستان چلی گئی ہے لہٰذا وہ روپیہ واپس ہو گیا۔ اب رہتے رہے سکون سے گزر ہوتی رہی آخر نتیجہ یہ رہا کہ میرے لئے وہ کام رہ گیا تھا جو میری ہمت سے باہر تھا ایک روز تو مزدوروں کے ہمراہ اناج کاٹ لیا پھر کوئی مزدور ساتھ نہیں لے گیا پھر میں نے چاہا تھا کہ خورشید مجھ کو بلا لے۔ خورشید نے سوچ کر اور سمجھ کر ہم دونوں کو ایمرجنسی سے آمد ذریعہ ایمرجنسی ۱۹۶۴ء ہم کو بلا لیا ہم کچھ دنوں لاہور ٹھہرے اور اپنی آمد کی اطلاع کراچی بھیج دی خورشید نے جواب میں تحریر کیا تھا کہ روہڑی اُتر جانا وہاں پر رہنے کے لیے انتظام کر دیا ہے ہم گاڑی میں لاہور سے سوار ہو گئے روہڑی جب ٹرین پہنچی تو حسن عباس اور جلال کے لڑکے ہمارے اُتارنے کے لیے کھڑے تھے۔ لیکن اہلیہ اُترنے کو آمادہ نہ ہوئی آخر کار کراچی آ گئے کچھ دِنوں جھگیوں میں ردوبدل ہوتی رہی اس کے بعد رضویہ میں مکان کرایہ پر تھا وہاں چلے گئے کچھ عرصے کے بعد غلام رضا جو خیر پور والے کے آفس میں ملازم تھا رشتہ کے متعلق سکھر سے آ کر نذیر حیدر کے ٹھہر گیا رشتہ کے بات چیت ہوتی رہی پتہ نہیں کیا جواب سوال ہوئے صبح کو واپس خیر پور چلا گیا۔ شمیم نے اپنی والدہ کو بتلا دیا کہ اس کے ۸ لڑکے ہیں لڑکوں نے اپنے باپ کو شادی کی

اجازت دے دی ہے۔ ایک روز خیر پور سے اس کی بہن اور اس کے ہمراہ دوسری تھی۔ وقار فاطمہ کو دیکھنے اور رشتہ کے متعلق بات کرنے رضو یہ آئیں مجھ سے چھمو نے کہا کہ رشتے کی بات کرنے آئی ہیں جیکب لائن سے ان کو بلالاؤ۔ میں چھمو کے کہنے کے بموجب وہاں آیا اور کہا خیر پور سے اس کی بہن آئی ہے رشتہ کے متعلق تو مجھ سے کہا کہ آئی ہوں گی میں نہیں جاتی میں نے کہا کہ تم اپنے آرام کی خاطر لڑکی کی شادی سے انکار کرتی ہو۔ جواب دیا بھلا کرتو لے شادی شمیم اور نذیر حیدر بھی موجود تھے اُنھوں نے بھی کچھ جواب نہیں دیا میں واپس چلا آیا۔ چھمو کو علیحدہ بلا کر کہہ دیا کہ وہ نہیں آئے گی چھموں نے اُن سے نہ معلوم کیا کہا کھانا کھا کر وہ چلی گئیں۔ اس کے کچھ دن بعد حسن میاں کا خط میرے نام آیا کہ میرے بھانجو جوائی خیر پور میں رہتے ہیں اُنھوں نے خیر پور میں مجھ سے رشتہ کی سفارش آپ کی دختر کے لیے کی لہٰذا میں بھی سفارش کرتا ہوں کہ رشتہ اچھا ہے آپ شادی کر دیں اور مجھے جواب دیں حسن میاں کا بچپن میمن میں گذرا مجھے اچھی طرح جانتے تھے میں نے ان کے خط کا جواب لکھ کر بند لفافہ میں بھیج دیا۔ ذیل میں درج ہے یہ جواب میں نے اپنی نوٹ بک میں درج کر لیا تھا۔ وقت ضرورت کے لیے۔

جوابِ خط حسن میاں رشتہ وقار فاطمہ

کٹھن ہیں مرحلے ماں باپ کے گھر سے جدائی کے

کہ دعوے دم بخود ہیں حوصلوں کی ناخدائی کے

گزارش حال یہ ہے کہ لفافہ آپ کا صادر ہوا حالات معلوم ہوئے آپ جیسی معزز شخصیت ہوتے ہوئے اس رشتے کے بارے میں سفارش کرتے ہیں مجھے یہ رشتہ کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے صرف دیکھ بھال اس امر کی ہے کہ پہلا زمانہ تو اب رہا نہیں ہے کہ جو گھوم پھر کر لڑکی اور لڑکے والوں کے درمیان مکمل معلومات کے ساتھ رشتہ کا سبب بنا کرتے تھے چوں کہ یہ پاکستان ہے اب یہاں پر خاندان یا جان پہچان کے لوگوں سے اخلاقی مدد لی دی جاسکتی ہے اب رہا اولاد کا معاملہ سنا ہے کہ اُن کے آٹھ بچے ہیں جوان العمر ہیں اور وہ ان کی دوسری شادی کرنے کے خواہش مند ہیں مرنا برحق ہے ایسی صورت میں شادی کرنے میں تو کچھ حرج نہیں ہے لیکن بعد ان کے لڑکے اپنی مادر کو ناحق کر دیں یا نکال دیں تو اس کے متعلق میں آپ سے رائے لیتا ہوں کہ پھر کیا کرنا چاہیے میں آپ کے فرمانے کے مطابق ضرور عمل کروں گا۔ میں ہر طرح سے تیار ہوں باقی خیریت ہے بچوں کو دُعا پیار آپ کا خیر اندیش محمد طاہر مورخہ ۳ جنوری ۱۹۶۵ء

تقدیر بنی بن کر بگڑی کچھ بھی نہ کسی نے ساتھ دیا۔

یہ معاملہ تو رضو یہ تک ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے نذیر حیدر سے کہا کہ ان کو بلوالو اور بات چیت کر لو میں شکار پور جا رہا ہوں نذیر حیدر نے جواب دیا کہ میں نے بلوایا ہے آپ چلے جائیں۔ میں خورشید کو بلا کر بات کر لوں گا۔ میں شکار پور چلا گیا کچھ دنوں کے بعد اختر رضا نے کہا کہ مجھ سے خیر پور والے نے آ کر بتلایا کہ مجھ سے نذیر حیدر صاحب نے ایسی باتیں کیں کہ آپ اپنا بینک کا روپیہ لڑکی کے نام کر دو۔ اور اسی قسم کی باتیں کی جس کی وجہ سے میں نا اُمید ہو کر آ گیا ہوں اختر رضا نے کہا کہ میرے ان سے بہت زیادہ تعلقات ہیں بہت برا کیا جو رشتہ نہ کیا یہ اختر رضا نے مجھ سے کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ یہ رشتہ تو ختم اب آئندہ کا حال صفحہ ۲۰ پر درج ہے۔

اب شکار پور سے عروج کی شادی کا خط آیا کہ دو یوم پہلے آ جاؤ رضویہ سے ہم تینوں شکار پور پہنچ گئے گھر صالح صاحب کے سپرد کر دیا اس کے بعد نذیر حیدر وسبطِ حیدر وغیرہ پہنچ گئے وہاں سے بارات ذریعہ گاڑی حیدرآباد پہنچ گئے صبح کا وقت تھا عروج نے پہلے پہنچ کر گاڑی کا انتظام کر رکھا تھا گاڑیوں میں سوار ہو کر یونیورسٹی کے پاس گاؤں تھا جا بہتا لبِ سڑک ان کا مکان کیا کوٹھی تھی اور ایک کوٹھی خالی کرا دی بارات وہاں ٹھہر گئی عقد ہوا صبح کو چلنے سے پیشتر ذوالفقار کے انتقال کی خبر پہنچ گئی۔حیدرآباد میں وقار نے مجھ سے کہا تم گھر پہنچ جاؤ بے بی کی شادی میں آ جانا۔میں حیدرآباد سے کراچی آ گیا جب شمیم کی شادی کی تاریخ سے پہلے نذیر حیدر سبط حیدر وغیرہ بھی پہنچ گئے۔اختر رضا نے اپنے مکان کے برابر والا مکان خالی کرا دیا تھا اب شمیم کی بارات میں ممتاز حیدر احمد رضا دس پندرہ آدمی آئے کھانا پکوانا اور کھلانے کا انتظام نذیر حیدر کی سپردگی تھا رات میں عقد ہوا صبح رخصتی ہو کر باراتی کراچی آ گئے۔عروج کا ولیمہ اور شادی کا کھانا اکٹھا ہو گیا ہم بھی شکار پور سے رضویہ آ گئے حسن عباس کو کوارٹر تین ہٹی پر مل گیا تھا۔صالح صاحب نے تنگ کرنا شروع کر دیا وہ یہ کرتے کہ مکان پر قابض نہ ہو جائیں دو شب پتھر مکان میں آئے اور خود ہی شور مچا دیا کہ پتھر کون پھینک رہا ہے۔لہٰذا ہمیں حسن عباس پٹیل پارہ میں جو اس کے دوست کا کوارٹر تھا سو روپیہ ماہوار پر دلوا دیا اور خود گاڑی لا کر ہمارا سب سامان کوارٹر میں رکھوا دیا اور ہمیں اس کوارٹر میں پہنچا دیا۔اس وقت خورشید سعودی عرب تھے وہیں حسنین کو بلوا لیا تھا۔جب خورشید سعودی عرب سے امریکا گئے تو حسنین کراچی آ گیا تھا۔مگر دونوں بھائی اور صادق ایسے خوش نصیب تھے کہ حج کر لیا۔خدا ہم کو بھی عمرہ کرنے کی توفیق عطا کرے۔پھر حسنین دبئی چلے گئے اور ہوٹل میں ملازمت کر لی اب ایک خط اختر رضا کا حسن عباس کے نام آیا بٹو کے رشتے کے متعلق تھا جب میں حسن عباس کے یہاں گیا تو اس نے خط مجھے دکھلایا نہیں مجھ سے کہا کہ بٹو کے رشتے کے متعلق کیا خیال ہے اختر رضا کا میرے نام خط آیا ہے۔صرف تم سے ہی معلوم کرنا ہے۔میں نے جواب دیا کہ پہلی مانگ تو بٹو ہے وہ اپنی لڑکی ہے۔اب دو رشتہ اور ہیں ایک عابد رضا کی لڑکی دوسرے آقا حسین کی خواہش ہے چاندنی سے خورشید کا رشتہ ہو ایسے موقع پر ہم اپنی رائے قائم نہیں کر سکتے ہیں اب خورشید کی مرضی ہے اس کی مرضی ہماری مرضی۔اس کے بعد جو کچھ حسن عباس نے اختر رضا کو خط کا جواب دیا ہو مجھ کو اس کا علم نہیں ہے۔جب خورشید نے سوچ سمجھ کر خط بھیجا کہ میرے رشتے کا پیغام بھائی اختر رضا کے یہاں دے دو اور میں چھٹی لے کر آ رہا ہوں وقار فاطمہ نے جا کر بٹو سے شادی کا پیغام دے دیا۔اس وقت اختر رضا شکار پور کا مکان چالیس ہزار میں فروخت کر کے حسن اسکوائر میں آ گئے تھے۔کوارٹر پہلے سے خرید لیا تھا۔خورشید بھی آ گئے تھے۔تاریخ مقرر ہو گئی برسات کا موسم ایک روز خورشید اور بے بی کسی کام سے صدر گئے ہوئے بارش شروع ہو گئی سڑکوں پر پانی بھر گیا۔ٹریفک بند ہو گئی تھی۔اسی بارش میں بھیگتے ہوئے شمیم اور خورشید آئے گھر میں بھی پانی بھرا ہوا گھر سے پانی نکالا کپڑے اُتار کر بدلے۔بارش تھم گئی بادل صاف ہو گئے گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اس کے بعد فہرست تیار کی گئی کارڈ شادی کے چھپوائے گئے تو نذیر حیدر نے اپنے دوست شاہد کی اہلیہ کو ہمارے یہاں بھیج دیا کہ میری کوٹھی بہت بڑی ہے اگر بارش آئی تو کوٹھی میں انتظام ہو جائے گا۔چنانچہ گاڑیوں میں سامان کوٹھی پر پہنچایا گیا۔اس سے پیشتر یہ اور بتلاتا چلوں کہ نذیر حیدر نے کہا اگر شادی میں امیر مہدی کو بلایا تو میں شریک شادی نہیں ہوں گا۔لہٰذا بہن اور بہنوئی کا شریک شادی ہونا ضروری

سمجھتے ہوئے اس پرانے بچپن کے رفیق امیر مہدی کو کارڈ شادی نہ بھیجا۔ اُنھوں نے اپنا باغیچہ کی صفائی کے لیے مزدور لگادیئے اپنے گھر کے کپڑے سلوانے کو درزی گھر پر بٹھلا دیا سب کا کھانا اور سب گھر والوں کا کھانا ہمارے ذمہ رہا۔ آخر وہاں سے برات چڑھی اور میٹروپول ہوٹل میں پہنچ گئے وہاں پر جاوید کا ولیمہ اور خورشید کی بارات کا کھانا ساتھ ہوا۔ وہاں پر نکاح ہوا جہیز کے بجائے اختر رضا نے دس ہزار کا چیک خورشید کو دیا خورشید کی شادی ۱۹/جولائی ۱۹۷۳ء ولیمہ ۲۰/جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعہ برمکان شاہد P.A.F ڈرگ روڈ ہوا وہاں پر شادی کرنے میں بہت نقصان ہوا خواتین حضرات بہت کم آئے شادی کے بعد خورشید معہ دلہن ۱۲/اگست ۱۹۷۳ء روانہ امریکا ہوگئے۔ شادی بے بی ۱۳/ستمبر ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔

خورشید نے جو پلاٹ ہمیں خرید کر دیا تھا۔ ہم نے نذیر حیدر سے بار بار بنوانے کے لیے کہا ہاں ہاں کرتے رہے بنوا کر نہیں دیا بھٹو نے حکم دیا کہ جو پلاٹ خالی پڑے ہیں ان کو بنواؤ ورنہ ضبط ہو جائیں گے یہاں پر فلیٹ تیار ہو چکے تھے۔ اختر رضا کو ساتھ لے کر فلیٹ دیکھے۔ نیچے کے فلیٹ ۶۹ ہزار اور اس سے اوپر ۴۳ ہزار قیمت کے بتلائے۔ فرسٹ فلور کا پہلا دوسرا کسی نے لیا تھا تیسرا خالی تھا اس کے متعلق ٹھیکیدار کے دفتر گئے۔ جو صدر میں تھا۔ تیسرے فلیٹ کے دس ہزار بیعانہ اس کو دے دیا تاکہ کوئی دوسرا نہ خرید پائے۔ اب زمین فروخت کرنا ضروری ہوگیا۔ اختر رضا کو لے کر فیڈرل بی ایریا آغا ہاشم کے مکان پر گئے اور اس سے کہا کہ ہمیں اپنا پلاٹ فروخت کرنا ہے وہ ہم کو اپنے ساتھ ایجنٹ کے پاس لے گیا۔ اختر رضا نے ایجنٹ سے فروختگی کی بات کی اس نے جواب دیا کہ میں کوشش کروں گا اگر کوئی خریدار مل گیا۔ آغا ہاشم سے کہہ کر چلے آئے کہ اگر کوئی خریدار ہوا تو خبر کر دینا۔ پندرہ یوم کے بعد اختر رضا ایجنٹ کے پاس گئے۔ آغا ہاشم کو ساتھ لیا ایجنٹ نے کہا کہ اٹھارہ ہزار روپیہ سے کوئی زیادہ نہیں خریدتا ہے لہٰذا معاملہ طے پا گیا ایجنٹ کو ساتھ لیا اور خریدنے والا بھی ساتھ تھا اور وقار بھی گئی مجسٹریٹ کے سامنے خریدار نے چیک پیش کیا کاغذات خریدار کو دے کر واپس آ گئے چیک وقار کو دے دیا گیا۔ پلاٹ وقار کے نام تھا۔ گھر آ گئے۔ جب نذیر حیدر کو خبر ہوئی کہ زمین فروخت کر دی ہے تو وہ فوراً کوارٹر میں آئے اتفاق سے اختر رضا موجود تھے کہ میں مکان دلا رہا ہوں۔ وقار نے جواب دیا کہ فلیٹ کا سودا ہو گیا ہے دس ہزار روپیہ ٹھیکیدار کے پاس پہنچ چکے ہیں۔

نذیر حیدر نے کہا کہ روپیہ چھوڑ دو مکان میں دلاتا ہوں۔ میں نے یہ کہہ دیا کہ جب فلیٹ لے لیا ہے تو اب کیا ضرورت ہے۔ نذیر حیدر واپس چلے گئے۔ اختر رضا کے ساتھ وقار فاطمہ نے ادائیگی روپیہ کی رسید اس نے دیدی چابی فلیٹ کی دے دی گدھا گاڑی سے سامان کوارٹر سے فلیٹ میں لے آئے۔ سال ۱۹۷۴ء فلیٹ میں رہنے لگ گئے۔

شادی حسنین رضا

اب حسنین نے اپنی شادی کے لیے تقاضا شروع کر دیا محمد عابد اپنی لڑکی سے کرنے کو تیار تھا۔ حسنین کی والدہ نے انکار کر دیا۔ تب وقار نے رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کی آخر کار ایک لڑکی کا پتہ چلا اس کے گھر گئی لڑکی کو دیکھا اس کا فوٹو لا کر حسنین کو دکھلایا۔ حسنین نے پسند کیا پھر اُنھوں نے کہا کہ لڑکے کو دیکھنا چاہتے ہیں وقار فاطمہ حسنین کو اپنے ساتھ لے گئی لڑکا ان کو پسند آ گیا۔ شاہین کے والد اور شاہین کا بھائی فلیٹ میں آئے۔ نذیر حیدر کو بلوا لیا سبطِ حسن نے کہا کہ رقعہ لکھ دو اس وقت گڈو بھی تھے گڈو نے کمرے میں آ کر حسنین کی موجودگی میں

رقعہ لکھایا۔ کتنی عمر ہے کہاں تک تعلیم ہے کیا تنخواہ ہے رقعہ لکھ کر میں نے اپنے دستخط کر کے رقعہ ان کو دے دیا سبط حسن کے گھر گئے منگنی ہو گئی نذیر حیدر اور سبط حیدر اختر رضا وغیرہ آ گئے۔ منگنی ہو گئی حسنین کو سونے کی انگوٹھی پہنا دی تاریخ شادی مقرر ہو گئی بارات چڑھی سب بارات والے ان کے گھر پر گئے کھانا وغیرہ ہوا رخصتی ہو کر بہو کو اپنے گھر فلیٹ میں لے آئے۔ اس وقت حکم ہو گیا تھا۔ ۲۵ اشخاص سے زائد نہ ہوں ولیمہ کا کل انتظام نذیر حیدر کے سپرد تھا۔ نذیر حیدر نے تھانہ دار کی دعوت کر دی ولیمہ کلب میں ہوا سب اشخاص ولیمہ شریک ہوئے۔ نذیر حیدر نے پوری اور کباب بنوائے۔ کھانا اچھی طرح سے سب نے کھایا ولیمہ کے بعد سب اپنے اپنے گھر چلے آئے۔ اب گنجائش تحریر کی نہیں رہی ہے۔ یہ الف لیلا جو کچھ لکھ دی ہے۔ اس کو جیسا آپ مناسب سمجھیں مختصراً کتاب میں اندراج کر لیں مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں ہے کہ اپنی لکھائی کو نظر ثانی کرنے میں زور دوں۔ فقط

آفرین ہے آپ کو کہ اپنی زندگی بنائی اور ہماری زندگی بنائی حق پسری ادا کر دیا محمد مہدی، سر اقبال حیدر میمن گئے تھے وہ اپنے عزیز مبشر حسین کی ڈائریاں اپنے ساتھ لے آئے ہیں ان ڈائریوں میں میمن کی پیدائش اور وفات سب درج ہیں جب وہ شجرہ تیار کر کے ہمیں دینے آئے تو میں نے ان کے مکان کا پتہ لکھ دیا تھا۔ جمعہ کے روز میں نقی کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر گیا اور پیدائش کی تاریخیں لکھ کر لے آیا ہوں اس میں صرف یہ تحریر تھا محمد طاہر کے لڑکا یا دختر فلاں تاریخ اور سن میں ہوئے شمیم کی پیدائش نہیں ملی تھی نذیر حیدر نے بتلایا کہ میں اور شمیم ساتھ ہوئے ہیں سال ۱۹۲۴ء میں میں نے محمد مہدی سے کہہ دیا ہے کہ شمیم کی پیدائش کی تاریخ پر نظر ثانی کریں۔